بہنوں کا اپنا ماہنامہ
شعاع
فروری 2020
digest library.com

Digest Novels Lovers Group

سدرہ حیات

انتظار سحر

ٹرین کے ڈبوں میں ہوتا شور اس کے کانوں میں چبھنے لگا تھا۔ کیا اس کی زندگی یوں ہی سفر کرتے تمام ہو جائے گی؟ اس نے خود سے سوال کیا تھا۔ مگر جواب شاید اس کی قسمت کے پاس تھا، جس سے بھاگتے بھاگتے اب وہ تھک سی گئی تھی۔ تو کیا اس لاحاصل سفر کو وہ اپنا نصیب مان لے۔ اس نے خود سے سوال کیا اور اسی پل دماغ نے گویا کروٹ لی تھی۔ قسمت بدلنے کے لیے حوصلہ چاہیے ہوتا ہے۔ تو کیا اتنی ہمت، حوصلہ اس میں تھا؟ اس کے اندر ایک جنگ برپا تھی۔ آج اس کا خوف جیت جاتا یا وہ خود۔

☆☆☆

کچن کے شیلف سے ٹیک لگائے، وہ کسی گہری سوچ میں غرق تھی، جب اندر آتی مشعل کی آواز پر چونکی۔

''آپ کو کچھ چاہیے مشعل بی بی!'' اس کے منہ سے نکلا۔

''ایک تو یہ بی بی وی بی مت کہا کرو۔ کتنی بار منع کیا ہے تمہیں، تمہارے منہ سے بالکل اچھا نہیں لگتا۔'' پانی کی بوتل فریج سے نکالتے ہوئے اس نے تنبیہی انداز میں اسے ٹوکا۔

''جی کوشش کروں گی۔'' اس کی آنکھیں جھک گئیں۔

''کیا بنا رہی ہو؟'' خوشبو نتھنوں سے ٹکرائی تو وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی۔

''بریانی دم پر رکھی ہے۔ بس کچھ دیر میں تیار ہو جائے گی۔'' اسے اطلاع دیتے ہوئے اس نے رائتے کی تیاری شروع کی۔

''واؤ، خوش کر دیا ریشم! تمہارے ہاتھ کی بریانی کا

مکمل ناول

تو میں سسرال جا کر بھی یاد کروں گی۔"
"آپ کی امی سے ہی تو سیکھی ہے، ورنہ مجھے کہاں آتی تھی بریانی بنانا۔"
"ہوں، مگر بناتی تم ممی سے بھی زیادہ اچھی ہو۔ ذائقہ بہت ہے تمہارے ہاتھ میں۔ میں نے جب بھی میکے آنا ہوگا ــــــ تم سے بریانی کی فرمائش کیا کروں گی۔"
جواباً اس کی جھکی پلکیں مزید جھک گئی تھیں۔
"اچھا یہ کر کے ذرا میرا جوڑا استری کر دینا یاد سے۔" جاتے جاتے کچھ خیال آیا تو وہ رکی۔
"تمہاری بی اے کی تیاری کیسی جا رہی ہے؟"
"ٹھیک چل رہی ہے۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔
"کیا خاک چل رہی ہوگی۔ شادی کے کام ہی ختم نہیں ہو رہے، خیر ایک دو ہفتوں کی بات ہے، پھر تم دل لگا کر پڑھنا۔ آخر تمہاری اماں اسی لیے تمہیں گاؤں سے تمہارے سوتیلے ابا سے لڑ کر یہاں چھوڑ کر گئی ہیں کہ یہاں تم کام کے ساتھ پرائیوٹ امتحان بھی دے سکو۔"
"جی۔" اسے اپنی آواز خود بھی اجنبی لگی تھی۔
"ممی سے میں نے کہہ دیا ہے، زرینہ خالہ آ بھی جائیں گی تب بھی تم یہیں رہو گی۔ یوں بھی انہوں نے اپنی بیٹی کی طبیعت سنبھلتے ہی واپس آ جانا ہے۔ یہ تو اچھا ہوا جو وہ تمہاری اماں سے کہہ گئی تھیں ورنہ جتنی جلدی میں گئی تھیں، میرا خیال تھا بھول جائیں گی اور ان کی بیٹی کا سسرال خیر سے جس گاؤں میں ہے، اس میں تو فون کے سگنلز تک نہیں آتے۔ تم لوگوں کے گاؤں سے تو خاصا دور ہے نا۔" مسلسل بولتے مشعل کو خیال آیا۔
"جی۔" اس نے سر ہلایا۔ چہرے کا رنگ پھیکا پڑا۔
"جوڑا یاد سے استری کرنا۔" جاتے جاتے وہ تاکید کرنا نہیں بھولی تھی۔ اس کے ہاتھ تیزی سے چل رہے تھے جبکہ ذہن کہیں اور پرواز کر رہا تھا۔

☆☆☆

"ابھی موقع نہیں مل رہا۔ میں......" دوسری جانب سے اس کی بات کاٹی گئی تھی جسے سنتے ہی اس نے پریشانی سے لب کاٹے۔ تب ہی فاخرہ آنٹی اسے پکارتی یک دم اندر آئیں تو گھبراہٹ میں اس کے ہاتھ سے موبائل گرتے گرتے بچا۔
"ماں سے بات کر رہی ہو؟"
"جی۔" ان کے قیاس پر اس نے فوراً سر ہلایا۔
"چلو بات کر لو، پھر ذرا شام کی تیاری دیکھ لینا۔ مشعل کی سہیلیاں ڈھولکی بجانے آئیں گی تو ان کے کھانے وانے کا انتظام دیکھ لینا، بلکہ اسی سے پوچھ لینا کہ کیا بنانا ہے اور کتنی لڑکیاں ہوں گی۔ میں جا رہی ہوں، دو گھنٹوں تک آ ؤں گی۔"
عجلت میں اسے ہدایت دیتی، وہ پرس سنبھالتی نکل گئیں جبکہ اس کی پریشان صورت اور پسینے میں تر بتر حالت ان کی نگاہوں میں نہ آ سکی۔ اس نے موبائل کو دیکھا، دوسری جانب سے لائن کاٹی نہیں گئی تھی، اس نے فون کان سے لگالیا۔
"اتنا آسان نہیں ہے، میں آپ کو بتا دوں گی نا۔" کچھ دیر دوسری جانب کی بات سننے کے بعد اس نے فون بند کر دیا۔ چہرے پر پریشانی ہنوز رقم تھی۔

☆☆☆

مغرب کی اذانوں کے بعد ہی گھر میں مشعل کی سہیلیوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا اور اب لاؤنج میں سب لڑکیاں ڈھولک سنبھالے بیٹھی تھیں۔
"وہ گانا وہ...... کیا تھا...... قسم اللہ کی راب ا" مشعل نے گانے کی فرمائش کی تو سب ہی نے مسکراہٹیں بکھیرتے ہوئے اسے گھورا۔
"واہ واہ...... میڈم کی فرمائشیں تو چیک کرو۔" ...نے ...انگ پر چپت رسید کی۔
"ڈھولکی میری، شادی میری تو گانے بھی میری پسند کے ہونے چاہئیں۔" مشعل اترائی۔
"پوری لسٹ ہے میرے پاس، صبر تو کرو۔"
"اوہووو......" سب نے مل کر آواز نکالی۔

digest library.com

اسی وقت مشعل کی نگاہ اندر آتی ریشم پر پڑی تو اسے آواز دے ڈالی۔

''ریشم! آؤ بیٹھو ہمارے پاس۔''

''مجھے تو کوئی گانا نہیں آتا، آپ سب گائیں نا۔'' ان سب کو جوس اور دیگر لوازمات پیش کرتے ہوئے اس نے کہا۔

''خیر ہے۔ ہمارا ساتھ دو یہاں آ کر۔'' مشعل نے اپنے قریب اس کی جگہ بنائی تو وہ خالی ٹرے رکھ کر کچھ جھجکتی ہوئی ان کے بیچ جا بیٹھی۔

''تمہاری بی اے کی تیاری کیسی جا رہی ہے؟'' فائقہ نے پوچھا۔

''اچھی جا رہی ہے۔'' سر جھکائے وہ بولی۔

''ویسے ریشم گاؤں کی بالکل نہیں لگتی۔'' صبا نے تبصرہ کیا تو سب نے ہی ہاں میں ہاں ملائی۔ اس کا چہرہ کسی احساس کے تحت سرخ پڑا۔

''بھئی میرے لیے تو یہ بالکل سہیلیوں جیسی ہے۔'' مشعل کے لہجے میں واضح اپنائیت تھی۔ اسے وہاں بیٹھنا مشکل لگنے لگا تھا۔

''اتنی سہیلیاں جمع ہوں اور گانے کی آواز تک نہ ہو، یہ تو حیرانی کی بات ہے۔''

فاخرہ آنٹی کی آمد نے سب کی توجہ پھر سے ڈھولک کی جانب مبذول کر دی تو وہ یہ موقع غنیمت جانتی، کھانا لگانے کے لیے اٹھ گئی۔ کچن میں گھستے ہی اس نے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارتے، گہرے گہرے سانس لیے تھے۔

''اگر یہاں کوئی اس کی اصلیت جان جاتا تو.....'' اور اس سے آگے سوچنا اسے بہت اذیت ناک لگا تھا۔ ساری عمر وہ اسی خوف کے زیر اثر رہی تھی کہ کہیں اسکول کالج میں اس کے ساتھ پڑھنے والی لڑکیاں، اس کے اساتذہ میں سے کوئی اس کے بارے میں کچھ جان نہ جائے اور اب وہ زندگی کے اس امتحان سے گزر رہی تھی۔ وہ ان سب امتحانوں سے زیادہ کٹھن تھا۔ بے بسی سے نم چہرے کو دوپٹے سے تھپتھپاتے ہوئے وہ کھانے کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔ فاخرہ آنٹی اگر کچن کا رخ کر لیتیں تو انہیں اپنی ایسی حالت کا وہ کیا جواز پیش کرتی۔

☆☆☆

''ایس پی ریان ملک اور ہمارے غریب خانے پر۔ اتنے عرصے بعد آپ کی گاڑی دیکھ کر گھبراہٹ ہونے لگی تھی کہ یہ پولیس ہمارے ہاں کیوں آ پہنچی۔'' گرم جوشی سے اس سے بغل گیر ہوتے ہوئے عباس نے شرارت سے کہا تو مونچھوں تلے اس کے گلابی لب مسکرا اٹھے۔

''پولیس سے مجرم گھبراتے ہیں، خیر سے آپ سے کون سا جرم سرزد ہو گیا۔'' صحن میں بچھی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھتے ہوئے ریان ملک نے جواباً حاضر جوابی کا مظاہرہ کیا۔

''قطعاً غلط مجرم سے زیادہ تو شریف انسان پولیس کو دیکھ کر راستہ بدل لیتا ہے۔''

''اچھا تو اسی لیے تم میرے قریب سے بھی نہیں گزرتے، جواز اچھا ہے۔''

''ریان بیٹا آیا ہے۔'' آنٹی کی مسکراتی آواز پر وہ احتراماً کھڑا ہوا۔ اس کا کندھا تھپکتی وہ بھی قریبی کرسی پر بیٹھ گئیں۔

''بس آنٹی معذرت، پہلے حاضر نہیں ہو سکا۔ ایک کیس کے سلسلے میں خاصا مصروف تھا۔ آج فراغت ملتے ہی ڈیوٹی آف کر کے حاضر ہو گیا۔''

''اصل میں تو جناب اس وردی کا رعب ہم پر ڈالنا چاہ رہے ہیں جو یوں ہی چلے آئے۔''

عباس نے وردی میں ملبوس اس کے نکھرے ہوئے توانا وجود پر نگاہ ڈالی۔ اس کے چہرے کے نقوش نہایت جاذب نظر تھے۔ اس پر اس کی اجلی رنگت اور ساتھ میں ہلکی داڑھی نے چہرے کو ایک وقار سا بخشا تھا۔

''یہ تو آنٹی اب طعنے ہی مارتا رہے گا۔ آپ اچھی سی چائے پلوائیں اور پھر شادی کے جتنے کام رہتے ہیں، وہ اپنے اس بیٹے پر چھوڑ دیں۔'' ریان نے سینے پر ہاتھ

رکھتے ہوئے خلوص سے کہا، ساتھ میں عباس کو دیکھا۔

''اس نکمے کو رہنے دیں، یہ صرف گیارہ بجے اٹھ کر دفتر جا سکتا ہے۔'' ریان کے لہجے میں شرارت واضح تھی۔

digest Library.com

''ہاں تو بندے کا اپنا بزنس ہو تو یہ فائدے تو ہوتے ہی ہیں۔'' عباس نے شرمندہ ہوئے بغیر کہا۔

فاخرہ آنٹی انہیں باتیں کرتا چھوڑ کر مسکراتے ہوئے اٹھ گئیں۔ ریان ملک نہ صرف عباس کے بچپن کا دوست تھا بلکہ ان کے شوہر کے ریان کے خاندان سے خاصے پرانے تعلقات تھے۔

''ریان بھائی! میں سخت ناراض ہوں آپ سے۔ بہن کی شادی ہے اور آپ مہینوں چکر ہی نہیں لگاتے۔'' مشعل ناراضی سے بولتی ان کے قریب آئی تھی۔

''چلو، اب کچہری عدالت لگنے والی ہے۔'' عباس نے شرارت سے کہا جبکہ ریان نے سر پر ہاتھ پھیرتے مشعل کو دیکھا جو اسے اپنی چھوٹی بہن کی طرح عزیز تھی۔

''یہ کوتاہی مصروفیت کے چکر میں ہو گئی، پر اب میں حاضر ہو گیا ہوں تو کم از کم اچھی سی چائے تو پلا دو پھر چاہے کاموں کی فہرست تھما دینا۔''

''چائے تو آپ کو پلواتی ہوں مگر ریان بھائی! یہ زیادتی ہے۔ آپ اتنے عرصے بعد آئے ہیں، اب تو شادی میں بھی ہفتہ رہ گیا ہے۔'' مشعل آسانی سے بخشنے کو تیار نہ تھی۔

''اچھا چلو پھر آج باہر ڈنر کرواتا ہوں۔ کیا خیال ہے۔''

''سچ۔'' ریان کی آفر پر وہ اپنی جگہ سے اچھلی۔

''بالکل پولیس کی زبان ہے، کوئی شک ہے کیا۔'' ریان نے شاہانہ انداز میں کہا تو مشعل نے جھٹ سے ہامی بھر لی۔

''وہ ایسا کرو مشی! اپنی ہونے والی بھابھی کو بھی فون کر دو۔ ساتھ چلتے ہیں سارے۔'' عباس نے کان کھجاتے ہوئے کہا تو ریان نے کھنکار کر اسے دیکھا۔

''میں نے کسی دعوت کا اعلان نہیں کیا، اپنی بہن کو ڈنر کروا رہا ہوں۔'' مشعل ہنس پڑی۔ جبکہ عباس بدمزا ہوا۔

''پولیس والوں سے اسی کنجوسی کی امید تھی مجھے۔''

''ریان ملک پر ایموشنل بلیک میلنگ کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔''

''جی ہاں، پتھروں پر وار اکثر خالی ہی جاتے ہیں۔'' عباس نے اس پر چوٹ کی۔

''چلو کیا یاد کرو گے۔ بلا لو بھئی بھابھی کو بھی۔'' ریان نے مسکرا کر کہا۔

''میں کچھ دیر میں انہیں فون کرتی ہوں۔''

مشعل نے مسکرا کر اپنے بھائی کا چمکتا چہرہ دیکھا۔ اسی وقت ریشم چائے اور دیگر لوازمات کی ٹرے لیے لان کے اس حصے تک آئی جہاں وہ بیٹھے تھے۔

''چائے بھی آ گئی۔ لاؤ ریشم! یہاں رکھ دو۔'' مشعل کے کہنے پر وہ ٹرے اس کے سامنے رکھنے لگی، جب سامنے والی کرسی پر پولیس کی وردی میں بیٹھے شخص کو دیکھ کر اس کے چہرے کا رنگ بدلا۔ گھبراہٹ میں اس کا ہاتھ کانپا اور ٹرے کے زور سے میز پر رکھے جانے کی آواز آئی، ساتھ میں ساسر سے تھوڑی سی چائے چھلکی۔ وہ مزید گھبرا گئی۔

''کوئی بات نہیں، چھوڑ دو۔ میں خود ڈال لوں گی۔'' مشعل کے کہنے پر وہ فوراً سیدھی ہوئی اور تیز قدموں سے واپس مڑ گئی۔ سانس جیسے سینے میں ہی اٹک گئی۔ پھر کتنی دیر وہ کچن کی کھڑکی سے باہر پولیس کی اس گاڑی کو تکتی رہی۔

☆☆☆

اس دن مشعل اسے اپنے ساتھ بازار لے گئی تھی اور پھر اپنی شاپنگ کرتے اس کے منع کرنے کے باوجود اسے دو بہت ہی قیمتی جوڑے دلوا دیے تھے۔ اس کی نظریں جھکی جا رہی تھیں۔ آنسوؤں کا گولا حلق میں ہی اٹک گیا تھا، جسے وہ بمشکل نگل پائی تھی۔ شاپنگ مال سے نکلتے انہیں خاصی دیر ہو گئی

تھی۔ مغرب کی اذان ہونے کو تھی اور ایسے میں اچانک چلتی گاڑی بیچ سڑک پر رک گئی تو مشعل کو پریشانی ہونے لگی۔ فون کی بیٹری بھی ختم ہو چکی تھی، ڈرائیور کے فون میں بھی بیلنس نہیں تھا۔

"میں کسی مکینک کا پتا کرتا ہوں مگر بی بی جی آپ دونوں کو اکیلا چھوڑ کر کیسے جاؤں۔" ڈرائیور کو بھی پریشانی ہو رہی تھی۔

"نہیں آپ......" مشعل کے باقی الفاظ منہ میں ہی رہ گئے تھے۔ ریان ملک کو قریب آتے دیکھ کر اس کا چہرہ کھل اٹھا جبکہ ریشم اس کے سلام کرنے پر بری طرح چونکی تھی اور گاڑی کے شیشے سے جھانکتے وردی میں ملبوس شخص کو دیکھ کر اس نے گھبراہٹ میں جلدی سے اپنے دوپٹے سے چہرہ ڈھانپا۔

"شکر ہے ریان بھائی! آپ مل گئے۔" ریان نے اسے اپنی گاڑی میں بیٹھنے کا کہا تو وہ مطمئن سی اپنا بیگ اٹھائی گاڑی سے اتری۔ ریشم کو بھی مجبوراً اس کا ساتھ دینا پڑا۔ اس کی پولیس جیپ میں بیٹھتے ہوئے ریشم کو اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا۔

سارے راستے وہ خاموشی سے ان دونوں کے درمیان ہونے والی گفتگو سنتی رہی۔ چہرہ اس نے ہنوز کھڑکی جانب رکھا تھا اور بے چین نگاہیں شیشے کے پار راستے پر ٹکی تھیں۔

پندرہ منٹ بعد گاڑی گھر کے پاس پہنچی تو اس کے دل کو کچھ سکون پہنچا۔ گیراج میں گاڑی کے رکتے ہی وہ مشعل کے پیچھے دروازے سے اتری۔ ابھی وہ ٹھیک سے سنبھل بھی نہیں پائی تھی کہ اس کے پکارنے پر گھبرا گئی۔

"ایک منٹ۔" اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں خوف اترا جو اس کی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔

"آپ کی چادر دروازے میں رہ گئی ہے۔"

اس نقاب والی پر سرسری نگاہ ڈالتے اس نے دروازہ کھولا تو ریشم نے جلدی سے اپنی چادر سنبھالی اور اپنی تیز ہوتی سانسوں پر بمشکل قابو پاتے اندر کا رخ کیا۔ اب ایک لمحہ بھی یہاں کھڑا ہونا اسے مشکل لگ رہا تھا۔ مشعل نے اسے رکنے کو کہا مگر وہ جلدی میں تھا، اسی لیے وہ اصرار نہ کر سکی۔

☆☆☆

فاخرہ آنٹی کو سیڑھیاں اترتے دیکھ کر جھاڑ پونچھ کرتے اس کے ہاتھ رکے۔ اپنے حلیے سے وہ کہیں جانے کو تیار لگ رہی تھیں۔

"تو کیا آج وہ دن آ گیا تھا۔" اس کے اندر آواز اٹھی تو اس نے اپنے سوکھے ہونٹوں پر زبان پھیری۔

"ریشم!" اس کی سوچوں سے بے خبر انہوں نے قریب آ کر اسے مخاطب کیا۔

"میں جا رہی ہوں۔ رات تک ہی لوٹوں گی۔

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے
بہنوں کے لیے خوب صورت ناولز

ملال زیست	آمنہ ریاض	300/-
بڑا آدمی	نسیم سحر قریشی	400/-
فصل غم کا گوشوارہ	رضیہ جمیل	300/-
دل اک گلشن	رضیہ جمیل	300/-
سوچ نگر کی رانی	رضیہ جمیل	350/-
حنا	نادرہ خاتون	550/-
چلمن	نادرہ خاتون	300/-

بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37 اردو بازار، کراچی۔ فون: 32216361

شادی سر پر کھڑی ہے اور ابھی تک کارڈز یوں ہی پڑے ہیں۔ آج یہ کام ختم کر کے ہی آؤں گی۔ تم رات کا کھانا دیکھ لینا۔ عباس کبھی رات میں ہی ہوگا، اسے بھی آج کارڈز دینے جانا ہے اور ہاں مشعل کے ساتھ اس کے جہیز کے کپڑے سوٹ کیس میں سیٹ کر دینا۔ شام میں اس نے بھی اپنی دوست کی برتھ ڈے پر جانا ہے۔"

"جی۔" اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

"ڈرائنگ روم میں شادی کے کارڈز پڑے ہیں، وہ گاڑی میں رکھوا دو۔" بیگ میں بجتے موبائل کو ہاتھ ڈال کر باہر نکالتی، وہ اسے ہدایت کرتی باہر کی جانب بڑھ گئیں۔

پھر کارڈز گاڑی میں رکھوانے اور ان کے جانے کے بعد وہ کتنی دیر گیراج میں کھڑی رہی تھی۔

"بیٹا! اندر چلی جاؤ۔ یہاں کب تک کھڑی رہو گی۔" چوکیدار کے پکارنے پر وہ چونکی۔

"جانا تو ہے ہی چاچا! آج بھی اور کل بھی۔" آہستہ سے کہتی وہ مڑ گئی جبکہ چاچا کی سماعت اس کے جملے سے محروم ہی رہی تھی۔

میکانکی انداز میں چلتی وہ لاؤنج تک آئی تھی۔ میز پر سے اپنا موبائل اٹھاتے ہوئے اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ دوسری طرف سے فون اٹھا لیا گیا تھا۔

"آج شام اندھیرا ہوتے ہی آ جائیے گا۔" دوسری جانب کی بات سن کر وہ کچن میں گھس گئی۔ اب اسے اس گھر کے مکینوں کے لیے آخری کھانا بنانا تھا۔ اس نے اپنے اندر ابھرتی تمام سوچوں کا گلا گھونٹ دیا تھا۔ اسے اب کچھ نہیں سوچنا تھا، اب صرف عمل کا وقت تھا جو اسے ہر حال میں کرنا تھا۔

☆☆☆

"آپ تیار نہیں ہوئیں؟" مشعل کو گھر والے حلیے میں دیکھ کر اسے پوچھنا پڑا۔ مشعل نے لیپ ٹاپ پر سے نگاہیں اٹھائیں۔

"موڈ نہیں ہو رہا۔ فون کر کے منع کر دیا ہے۔" مشعل نے عام سے لہجے میں کہا مگر اس کا سانس گویا حلق میں اٹک گیا۔

"چلی جاتیں تو اچھا وقت گزر جاتا۔" اس نے لہجے کو سرسری بنانا چاہا۔

"کل دیکھوں گی، آج موڈ نہیں ہے۔" وہ لیپ ٹاپ کی جانب متوجہ ہو گئی تو ریشم ہونٹ کاٹتی باہر نکل گئی۔ کچھ دیر بند دروازے کے باہر کھڑے رہنے کے بعد وہ ماتھے پر چمکتے پسینے کو دوپٹے کے پلو سے پونچھتی کچن کی جانب بڑھ گئی۔

"چاچا! یہ شربت لے لیں۔" آدھے گھنٹے بعد وہ شربت کا گلاس ٹرے میں رکھے چوکیدار سے مخاطب تھی۔

"خوش رہو، آج گرمی بھی بہت ہے۔" ممنون لہجے میں بولتے چاچا نے ٹرے تھام لی۔ وہ سر جھکائے مڑ گئی۔ مدھم چال چلتی کچن سے دوسرا گلاس اٹھاتے اس کا رخ اب مشعل کے کمرے کی جانب تھا۔

"آپ کے لیے جوس لائی ہوں۔"

"میرا جوس پینے کا ہی دل چاہ رہا تھا۔" اس نے مسکرا کر ریشم کو دیکھا، جس نے نگاہ چراتے گلاس اس کے قریب موجود میز پر رکھا۔ اسے کام میں مصروف دیکھ کر اس نے بولنے کو لب کھولے مگر دوسرے ہی لمحے جوس کی جانب بڑھتے اس کے ہاتھ کو دیکھ کر وہ چپ چاپ باہر نکل گئی۔ دروازہ بند کرتے اس کا دل لرز اٹھا تھا۔ گہرے سانس بھرتی وہ لاؤنج تک آئی اور میز پر پڑا اپنا موبائل اٹھایا۔

"آدھے گھنٹے میں نکل آئیں۔ یہاں اب کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" فون پر کہتے ہوئے اس کی نگاہیں کھڑکی سے نظر آتے چوکیدار پر تھیں جو شربت کا خالی گلاس واپس رکھتا، اب اپنی کرسی سے ٹیک لگائے پیچھے کو ہو کر بیٹھا تھا۔

نہ جانے کتنا وقت گزر گیا تھا اسے وہاں کھڑے۔ موبائل کی گھنٹی کی آواز پر وہ بری طرح چونکی، پھر گہرا سانس لیتی بیرونی گیٹ کی جانب بڑھی۔ چوکیدار کرسی پر بیٹھے بیٹھے ہی سو چکا تھا۔ شربت میں شامل نیند کی گولی نے اپنا اثر دکھایا۔

digest library.com

☆☆☆

لیپ ٹاپ پر کام کرتے اسے خاصا وقت گزر چکا تھا۔ باہر سے جھانکتا اندھیرا رات ہونے کا پتا دے رہا تھا۔ قریب پڑے جوس کے گلاس پر نگاہ پڑی جو کہ اب گرم ہو چکا تھا اور وہ اپنی مصروفیت میں اسے بھول گئی تھی۔ گہرا سانس لیتی وہ بستر پر سے اٹھی۔ ابھی وہ دو قدم ہی چلی تھی کہ اسے کمرے کے باہر سے دو آدمیوں کی آپس میں بات چیت کرنے کی آواز آئی۔ وہ کچھ حیران سی دروازے کے قریب سرکی۔ وہ جو کوئی بھی تھے یقیناً گھر میں چوری کی نیت سے گھسے تھے۔ مشعل نے گھبرا کر جلدی سے بستر پر پڑا اپنا موبائل اٹھایا اور عباس کو فون ملایا۔

''بھائی! گھر میں چور گھس آئے ہیں۔'' اس نے کال اٹھاتے ہی مشعل نے دھیمی آواز میں کہا۔

دوسری جانب وہ پریشان ہو گیا مگر اسے تسلی دیتے ہوئے اس نے جلد پہنچنے کی یقین دہانی کروائی تو اسے کچھ سہارا ہوا۔ اس کے فون کان سے ہٹاتے ہی کسی نے باہر سے دروازہ کھولا تھا اور وہ جو کوئی بھی تھا، اسے دیکھ کر حیران ہوا تھا۔ پھر اس نے ہاتھ میں پکڑے پستول کی نال اس کی جانب کی۔

''ارے یہ لڑکی کہاں تھی؟'' ایک اور بڑی عمر کا شخص دروازے سے اندر آیا۔ وہ تو ان کو دیکھ کر پہلے ہی حواس باختہ ہو چکی تھی۔

''خاموشی سے بیٹھ جاؤ لڑکی اور ہمیں ہمارا کام کرنے دو۔'' وہ اس سے بولا تو مشعل نے غیر محسوس انداز میں ہاتھ میں پکڑا موبائل اپنی پشت پر کیا اور خاموشی سے بستر پر بیٹھ گئی۔

''سارا گھر دیکھا ہے ناں، بلکہ یہ کمرا بھی دیکھو۔ کوئی قیمتی چیز نہ رہ جائے۔'' ہدایت دیتا وہ بولا تو دوسرا چیک کرنے کو آگے بڑھا اور الماریاں کھول کر چیک کرنے لگا۔ اسی وقت مشعل کے ہاتھ میں پکڑا اس کا موبائل بج اٹھا تو جہاں وہ بری طرح گھبرا گئی، وہیں وہ بھی چونک اٹھے۔

''موبائل نکالو لڑکی۔'' سختی سے اسے مخاطب کیا تو اس نے جلدی سے موبائل اس کی جانب بڑھا دیا۔

''کہیں اس نے کسی کو اطلاع نہ کر دی ہو۔'' ایک پریشانی سے بولا۔ اسی وقت ایک لڑکا بھاگتا ہوا آیا۔

''ابا...... پولیس کی گاڑی آ رہی ہے۔ جلدی کرو۔''

''تو نے کہاں دیکھی؟'' پریشانی ان کے چہرے سے عیاں تھی جبکہ مشعل کے لرزتے دل کو کچھ سکون ملا۔

''چھت سے دیکھ کر آ رہا ہوں، جلدی کرو۔''

''اسی لڑکی کی کارستانی ہوگی یہ۔''

''او ہو ابا! اسے چھوڑو، اسے گاڑی میں بٹھاؤ جسے لے جانا ضروری ہے۔ جلدی کرو۔'' وہ افراتفری میں بھاگے تو ان کے جملے پر غور کرتی، وہ بری طرح چونکی۔

''ریشم...... کہیں وہ ریشم کو تو اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔ اوہ میرے خدا۔'' خود کلامی کرتی وہ اپنا سر تھام کر بیٹھ گئی تھی۔

☆☆☆

''ہائے، کہا تھا...... کہا تھا کہ مجھے ساتھ لیتے چلو۔ مگر سنتا کون ہے، مجھ بے چاری کی۔ اہمیت ہی کب دی ہے، خود سب کے سب نکل لیے وحید مراد بن کر۔''

فریدہ تائی کا واویلا گھر میں موجود ہر شخص نے سنا تھا۔ خیر سے ان کی آواز بھی ہی اتنی بلند کہ گھر کے ہر کونے تک بخوبی پہنچ جاتی۔ پچھلے آدھے گھنٹے سے وہ افسوس سے ہاتھ مل رہی تھیں مگر صدمہ تھا کہ کم ہونے میں نہیں آ رہا تھا اور سامنے کرسی پر جھولتی فرزانہ سے اپنی مسکراہٹ چھپائے نہیں چھپ رہی تھی۔ فیس بک سے نگاہیں ہٹا کر اس نے فریدہ تائی کو دیکھا۔

''ویسے تائی چلی تو آپ ساتھ جاتیں، آخر بڑی ہیں ہمارے اس گینگ کی۔ میرا مطلب ہے خاندان کی۔'' توجہ سے اس کی بات سنتی فریدہ تائی کے تاثرات لفظ ''گینگ'' پر بدلے تو اس نے جملہ بدلا۔

''مگر پھر آپ کو واپس کون لاتا۔ آپ کو دوڑانے کے چکر میں یہ سب بھی پولیس کے ہاتھوں مارے جاتے یا جیل کی ہوا کھا رہے ہوتے۔''

اس کی بات پر ان کا منہ بن گیا حالانکہ اس نے

کچھ غلط بھی نہیں کہا تھا۔ بھلا اپنے بھاری بھرکم جسم کے ساتھ وہ دوڑ ہی کب سکتی تھیں مگر افسوس تھا تو یہ کہ اس باران کے ہاتھ کچھ نہ آسکا تھا چونکہ وہ جلدی میں نقدی اور زیورات کے بیگ وہیں چھوڑ آئے تھے اور اس سب کی قصوروار بھی وہی ٹھہری تھی، جو کمرے میں ان کی گفتگو سنتی گم صم سی بیٹھی تھی۔

''اور رہی وحید مراد کی بات تو وہ چور کی اولاد تو ہرگز نہیں تھا۔'' فرزانہ کے مزے سے کہنے پر اندر آتی اس کی ماں نے اسے گھورا تو وہ کندھے اچکاتی دوبارہ موبائل میں مصروف ہوگئی مگر بڑبڑانے سے باز نہ آئی۔

''اب جو پیشہ ہے سو ہے۔''

''بھابھی! آپ اس بات پر دھیان دیں کہ آخر اس میں کوتاہی کس کی ہے۔'' راشدہ چچی نے ان کی توجہ کہیں اور مبذول کروانی چاہی۔

''ہوں تو میں اچھی طرح سے سمجھ رہی ہوں کہ کس کی لاپروائی اور نیت کا پھل ہے جو ہم کھا رہے ہیں۔''

فریدہ تائی نے کمرے کی طرف منہ کرکے کہا حالانکہ ان کی آواز اندر تک صاف جا رہی تھی۔ بستر پر بیٹھی ریشم اپنی نرم ہتھیلیوں پر ابھری لکیروں کو تکنے لگی۔ آخر کیا تھا ان لکیروں میں، کیا وہی بے بسی جو عرصے سے اس کا مقدر بنی ہوئی تھی؟ کیا یہی اس کا نصیب تھا جس پر اسے راضی ہو جانا چاہیے تھا؟ لاتعداد سوالات تھے اس کے پاس، جن کا جواب وہ ایک عرصے سے تلاش کر رہی تھی۔

اپنی سوچوں میں گم وہ اٹھ کر کمرے کی کھڑکی میں آ کھڑی ہوئی۔ باہر سے آتی آوازیں مدھم ہوئی تھیں یا اس کے دھیان کا پنچھی کہیں اور پرواز کر گیا تھا۔ اس نے سوچنا ضروری نہیں سمجھا کیونکہ سوچیں اسے اس آنگن میں لے گئی تھیں جہاں اس نے اپنے ماں باپ کے درمیان آنکھ کھولی تھی۔ محبتوں اور خوشیوں سے بھرا وہ آنگن ہر دم مہکتا تھا۔ ہر گزرتا پل گویا زندگی کی خوب صورتی پر اس کا ایمان بڑھا دیتا تھا۔

پھر اچانک جیسے کوئی سیلاب آیا تھا جو اس کی ساری خوشیوں اور محبتوں بھرے رشتوں کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔

وہ میٹرک میں تھی جب اسے اپنے ماں باپ کی حادثاتی موت کا علم ہوا تھا۔ وہ اپنا آخری پرچا دے کر خوش اور مطمئن سی گھر پہنچی تھی، اپنے گھر میں غیر معمولی رش دیکھ کر وہ ٹھٹکی مگر ماں باپ کو کفن میں لپٹے دیکھ کر وہ گویا ساکت ہی ہوگئی تھی۔ اس کے باپ کی بائیک کا بس سے ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔

digest library.com

اس کے باپ کے رشتہ داروں نے اسے اپنے پاس رکھنے سے پہلو تہی کرلی تھی۔ جوان ہوتی لڑکی کی ذمہ داری کوئی بھی اٹھانے کو تیار نہیں تھا۔ ایسے میں ابا کے دور پار کے رشتہ دار جو اتفاقاً یہاں آئے تھے اور جنازے میں شامل ہوئے تھے۔ انہوں نے اس کی ذمہ داری اٹھانے کی حامی بھرلی۔ ڈری سہمی معصوم آنکھوں سے اس نے انہیں پہلی بار دیکھا تھا۔

ماں باپ کے انتقال کے تیسرے روز وہ ان کے ساتھ ٹرین پر سوار ہوگئی تھی۔ انہوں نے اسے تسلی دی تھی کہ وہ اس کا بہت خیال رکھیں گے اور اسے ان کے ہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ وہ خاموشی سے انجان راستوں پر سفر کرتی گئی تھی۔ اس گھر کے مکینوں نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

''غضب خدا کا، جوان لڑکی کی ذمہ داری اٹھالی۔ ارے میں پوچھتی ہوں، کون سی حاتم تائی کی اولاد ہو جو یہ سخاوت دکھائی۔'' فریدہ تائی نے انور تایا کو لتاڑا تھا۔

''ہاں تو کوئی بوجھ تھوڑی بنے گی الٹا ہمیں ہی فائدہ پہنچائے گی نیک بخت۔ اس کے باپ کا اپنا مکان ہے، وہ کرائے پر چڑھا دوں گا تو پیسے آتے رہیں گے۔''

اور تائی کی زبان کو گویا تالا لگ گیا تھا۔ رہیں راشدہ چچی تو انہیں بھی کرائے کا سن کر تسلی ہوئی تھی اور باقی بچے فرزانہ اور شہزاد تو فرزانہ اپنے آپ میں مگن سی لڑکی تھی، عمر میں اس سے کچھ چھوٹی تھی مگر مزاج کی نازک اتنی کہ موڈ ہوتا تو ہنس بول لیتی ورنہ سلام تک کرنے کی روادار نہ تھی۔

شہزاد جو اس سے عمر میں چار سال بڑا تھا، ا...

پہلی نظر میں ہی پسند نہیں آیا تھا۔ اس کے دیکھنے کے انداز اور سیٹی کے انداز میں گول ہوئے ہونٹ اسے زہر لگا کرتے تھے۔ کچھ بھی تھا نہ چاہتے ہوئے ہی سہی اسے اپنی نئی زندگی شروع کرنی پڑی تھی۔

فریدہ تائی اور راشدہ چچی کا رویہ بھی اس کے ساتھ ویسا ہی تھا جیسا اپنے بچوں کے ساتھ۔ نہ زیادہ لاڈ دکھاتیں، نہ برا رویہ رکھتیں۔ فرزانہ اور شہزاد دونوں ہی کچھ کام چور تھے جس کی وجہ سے انہیں اکثر تائی اور چچی کی جوتیاں کھانی پڑتیں۔ جبکہ اس کے لیے ایسا ماحول خاصا عجیب تھا۔ اس نے تو ماں باپ کو کبھی اونچی آواز میں بات کرتے نہ سنا تھا کجا کہ جوتے مارنا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرنا۔ کتنے دنوں تک وہ ان مناظر پر حیران ہوتی رہی۔

دوسری حیران کن بات ان سب کا کچھ عرصے بعد شہر اور ٹھکانا تبدیل کرنا تھا اور ایسا ہر چھ سات مہینوں میں ہوتا تھا۔ سال لگا تھا اسے سمجھنے میں اور وہ پھر سے ایک نئی تکلیف سے ہمکنار ہوئی تھی۔

یہ وہ کن لوگوں میں آ گئی تھی جن کا پیشہ لوگوں کے گھروں میں گھسنا، ان کا اعتماد حاصل کرنا اور پھر ان ہی گھروں میں چوری کرنا تھا۔ وہ اپنی قسمت پر نئے سرے سے روئی تھی، ساری عمر اس کو نیکی اور ایمان داری کا سبق دینے والے اس کے ماں باپ جو قبر میں جا سوئے تھے بھلا ان کے پڑھائے سبق وہ کیسے بھول سکتی تھی۔

ایسے میں اسے اپنی پڑھائی کا خیال آیا تھا۔ پچھلے کچھ عرصے سے وہ اسی کشمکش میں تھی کہ کیسے اپنی پڑھائی کی بات انور تایا سے کرے۔ مگر اصلیت جاننے کے بعد اسے اپنی پڑھائی ہی نجات دہندہ لگنے لگی اور اس نے ہمت کر کے تایا سے بات کی۔

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد تایا نے اسے اجازت دے دی تھی کہ وہ پرائیوٹ بی اے کر لے۔ فریدہ تائی نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا مگر تایا نے انہیں کچھ سمجھا دیا تھا جس پر وہ خاموش ہو گئی تھیں۔ یوں بھی اس گھر کے دونوں بچوں کو نہ تو پڑھائی کا شوق تھا نہ کسی نے توجہ دی تھی۔ فرزانہ تو یوں بھی فیشن کی دلدادہ تھی یا پھر ٹی وی دیکھنے کی شوقین۔ پڑھائی کو تو وہ آٹھویں میں ہی خیرباد کہہ چکی تھی اور رہا شہزاد تو اس نے جیسے تیسے میٹرک پاس کر ہی لیا تھا۔

بہرحال اسے اپنے آگے پڑھنے سے کچھ حوصلہ ہو گیا تھا۔ ساتھ میں وہ بھی کوشش کرتی کہ گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹاتی رہے تاکہ تائی اور چچی کو کوئی شکایت نہ ہو۔ زندگی کچھ اور آگے بڑھی، اس نے اپنا بی اے مکمل کر لیا۔ وہ بھی امتیازی نمبروں سے، اب اس کا ارادہ ایم اے کرنے کا تھا جس پر فریدہ تائی کو سخت اعتراض تھا اور جس کا وہ اٹھتے بیٹھتے اظہار کرتی تھیں۔ مگر انور تایا کو اس میں کوئی حرج نظر نہیں آ رہا تھا۔

ایسے میں جب فیصلہ نہیں ہو پا رہا تھا تو فریدہ تائی نے شرط رکھی کہ اس بار وہ بھی ان کے ساتھ کام میں شامل ہو گی تب وہ اجازت دیں گی اور اس کا گویا سانس ہی رک گیا تھا۔ اسی سے تو وہ بچنا چاہتی تھی مگر سچ یہی تھا کہ دلدل میں رہتے ہوئے وہ اپنے آپ کو بچا نہیں پائی تھی اور اسے ان کے ساتھ شامل ہونا پڑا تھا۔ مشکل سے ہی سہی اس نے سارے مراحل طے کر لیے تھے مگر عین وقت پر بدحواسی میں وہ سارے بیگ وہیں چھوڑ آئی تھی جو انور تایا نے اس کے سپرد کیے تھے اور جس پر تائی اس سے سخت نالاں تھیں۔

☆☆☆

”یوں ہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہو گے تو کھاؤ گے کہاں سے؟“ فریدہ تائی کی تیز طنزیہ آواز نے اس کے قدم روکے۔ رات کے گیارہ بج رہے تھے اور وہ اپنے سر میں اٹھتی درد کی لہر کو بمشکل دباتی چائے بنانے کی غرض سے کچن تک آئی تھی۔

”کتنے طعنے مارے گی۔ ہو گئی غلطی...... اب ڈھونڈ رہا ہوں نا کوئی اور گھر۔ آخر کیا چاہتی ہے، رات کو بھی سکون کا سانس نہ لوں۔“ انور تایا کی جھنجلائی ہوئی آواز پر گہرا سانس لیتی وہ کچن میں گھس گئی اور چائے کا پانی رکھنے لگی مگر کان ہنوز لاشعوری طور پر ان کی گفتگو پر لگے تھے۔

”نقصان تو جو ہونا تھا وہ ہو ہی گیا، پر اب اپنی

آنکھیں کھولو اور کچھ عقل کے ناخن لو انور میاں۔"

"کیا مطلب؟" وہ ناسمجھی سے بیوی سے بولے۔

"میں بھی کس سے کہہ رہی ہوں، کل کو عقل سے کام لیا ہوتا تو آج یہ دن نہ دیکھنا پڑتا۔"

"اب منہ سے پھوٹو گی بھی یا نہیں۔" انور تایا کی برداشت جواب دینے لگی، یوں بھی آج پورا دن وہ گھر سے باہر ہی رہے تھے۔

"ارے میں کہتی ہوں اس نقصان سے سبق سیکھو تاکہ کل کوئی مصیبت نہ گلے پڑ جائے۔" تائی کے لہجے میں ایسا کچھ تھا کہ چائے میں دودھ ڈالتی وہ چونکی۔

"منع کیا تھا کہ اس لڑکی کو اتنا نہ پڑھاؤ۔ اس کی پڑھائی ہمارے کس کام کی پر تم نہ مانے۔ آج جو نقصان ہوا سو ہوا، پر کل کو اس سے بڑا نقصان نہ اٹھانا پڑ جائے۔"

"مجھے کیا خبر تھی، میرا تو خیال تھا کچھ پڑھ لے گی تو ہماری زیادہ اچھی طرح مدد کرے گی۔ کوئی چالاکی ہی سیکھ لے گی۔" تایا کی آواز میں افسوس تھا۔

"جو ہوا سو ہوا، اب میری بات پر دھیان دو۔" فریدہ تائی کا انداز رازدارانہ تھا۔ چائے کپ میں انڈیلتا اس کا ہاتھ لمحے بھر کو کانپا۔

"اب عقل مندی اسی میں ہے کہ اس کو قابو کرلو۔ کل کو ہمیں چکمہ دے کر نکل گئی تو جو پیسہ اس پر لگایا ہے، وہ سارا برباد ہو جائے گا۔"

"اب کیا پہرا لگا دوں اس پر اور پھر جائے گی کہاں۔" تایا کی اکتائی ہوئی آواز پر تائی چیخیں۔

"بس وقت پر نہ سمجھنا بعد میں نقصان اٹھانا۔"

"تو بتا نا کیا کروں۔"

"پکا کام کرو۔ شہزاد سے اس کا نکاح پڑھا دو۔" تائی کی بات نے گویا اس کی سانسیں تک روک لیں۔

"اس طرح یہ ہمیشہ ہمارے قابو میں رہے گی اور کہیں نکلنے کا تو سوچے گی بھی نہیں۔"

"یہ تو تو نے بہت ہی اچھا حل نکالا ہے۔ دماغ بہت چلتا ہے تیرا۔" انور تایا شاید کچھ اور بھی کہہ رہے تھے مگر اس کے کان گویا سن ہو کر رہ گئے تھے۔

☆☆☆

وہ رات اس نے کانٹوں پر بسر کی تھی۔ جس ڈر اور خوف کا وہ اتنے سالوں سے شکار تھی اور جس سے بھاگنا چاہتی تھی، وہی اس کی شناخت بنتے جا رہی تھی۔ یہی سوچ اسے بے چین کیے جا رہی تھی۔ پچھلے کچھ عرصے میں اس نے بہت خوش کن خواب اپنی آنکھوں میں سجا لیے تھے کہ کیسے اسے اپنے پیروں پر کھڑا ہونا ہے۔ اسے باعزت طریقے سے سر اٹھا کر جینا تھا۔ وہ جو ہر دم لوگوں سے گھبراتی آئی تھی کہ کوئی اس کے بارے میں جان نہ جائے، وہ جن لوگوں کا حصہ ہے کہیں ان کا حوالہ اس کی پہچان نہ بن جائے اور اب وہ کیسے خود کو بچا پائے گی۔

یہ سوچ اسے پریشان کر رہی تھی اور پھر شہزاد جیسے شخص کا تصور بھی اس کے لیے سوہان روح تھا۔

صبح اس کے بدترین خدشات سچ ثابت ہو گئے جب تائی نے شہزاد اور اس کے رشتے کا اعلان کیا، جہاں اس کا رنگ اڑا تھا وہیں شہزاد کی باچھیں کھل اٹھیں۔

"کل جمعے کے بعد نکاح ہوگا۔" فریدہ تائی نے فیصلہ سنایا جبکہ راشدہ چچی کو یہ فیصلہ کچھ خاص پسند نہیں آیا تھا، یقیناً وہ فرزانہ کے لیے شہزاد کو سوچے ہوئے تھیں۔ مگر فرزانہ گھر میں ایسی تقریب کا سن کر خوش ہوگئی تھی، اسے شہزاد میں چنداں دلچسپی نہ تھی۔

اور وہ جو اب تک دل کو بہلا رہی تھی کہ اتنی جلدی کچھ بھی نہ ہوگا، اسے اپنا دل ڈوبتا محسوس ہو رہا تھا۔ اپنے اندر اٹھتے ابال کو دباتی وہ کچن میں گھس گئی۔ سنک میں پڑے برتن دھونے کے ارادے سے ہاتھ بڑھایا تو اپنے پیچھے کسی کی موجودگی کے خیال سے چونکی۔ شہزاد دانت نکالتا قریب آیا۔

"دلہنیں کام کرتی اچھی نہیں لگتیں۔"

کاش وہ کہیں غائب ہو سکتی۔ ایک بے بس سوچ نے اس کا دامن پکڑا۔ وہ شخص تو اسے لمحے بھر کو برداشت نہ تھا پھر ساری زندگی اسے کیسے برداشت کر پائے گی۔

وہ سوچوں میں الجھی تھی۔ شہزاد کے چٹکی بجا کر

digest library.com

متوجہ کرنے پر وہ بری طرح چونکی، وہ شاید کچھ کہہ رہا تھا جو وہ سن نہیں سکی تھی۔

"ہائے قسم سے تمہارا یہ گم صم سا انداز تو مجھے مار ہی ڈالتا ہے۔" اس کے چھچھورے انداز پر اس کا دل چاہا کہ اس کی نظروں سے کہیں دور بھاگ جائے۔

"تم یہاں سے جاؤ گے یا میں چلی جاؤں۔" وہ تو اسے کبھی بھی برداشت نہیں تھا سو ناپسندیدہ لہجے میں بولی۔

"بس آج کا دن ہے پھر تو تم میرے نام ہو جاؤ گی تو پرمٹ مل جائے گا مجھے۔ مطلب ہر طرح کی آزادی۔"

اس کے بے ہودہ انداز پر اس کا خون کھول اٹھا۔ پیر پٹختی وہ کچن سے نکل گئی مگر اس سے کیا ہونا تھا۔ اسے اپنی زندگی سے کیسے نکالتی۔

یہ سوچ اسے بے چین کیے جا رہی تھی۔ شام تک وہ کمرے میں بے چینی سے چکر کاٹتی رہی۔ تائی نے بھی آج اسے کوئی کام نہ کہا تھا جس پر اس نے شکر کیا۔ ماں باپ کی وفات کے بعد اس نے اس زندگی کو نہ چاہتے ہوئے بھی قبول کرلیا تھا مگر اب جو ہونے جا رہا تھا، اس کا دل اس کو قبول کرنے پر کسی طرح رضامند نہ تھا۔

اس نے کہیں پڑھا تھا کہ انسان چاہے تو اپنی قسمت بدل سکتا ہے اور تب یہ جملہ پڑھ کر وہ کتنی دیر خود پر ہنستی رہی تھی کہ یا تو لکھنے والے نے ایسے حالات ایسی بے بسی محسوس نہیں کی یا پھر اس کا شمار ایسے عظیم انسانوں میں نہیں ہوتا۔ مگر آج اس کا دماغ اسے کچھ ایسا کرنے پر اکسا رہا تھا جو اسے اس صورت حال سے نکال سکے۔

دل کے خوف کے باوجود اس نے وہ فیصلہ کرلیا تھا جو وہ اتنے سالوں میں نہ کر سکی تھی۔ اسے یہاں سے نکلنا ہوگا کیونکہ اب یہی راہ نجات تھی۔ مگر وہ جائے گی کہاں، اس کا تو اس دنیا میں اور کوئی نہ تھا۔ اس سوچ نے اسے ڈگمگا دیا مگر وہ یہاں رہ کر ہمیشہ کے لیے اپنی زندگی کو اندھے کنویں میں نہیں دھکیل سکتی تھی۔

اس سوچ نے اسے کچھ ہمت دلائی۔ وہ جس محلے میں رہتے تھے، وہاں اس کی ماں کی اپنے پڑوسیوں سے بہت دوستی تھی بلکہ ان آنٹی نے تو امی کو اپنی بیٹی بنا رکھا تھا، اسے وہ یاد آئی تھیں۔ ان دنوں وہ کچھ بیمار تھیں، جب اس کے ماں باپ کی موت ہوئی تھی اور ان کی بہو وہ بھی تو اس کی ماں کی سہیلی تھی تو کیا اسے وہاں جانا چاہیے تھا۔

شام تک فیصلہ ہوگیا تھا اور کوئی اپنا تھا بھی تو نہیں، جس کے پاس وہ جاتی۔ اسے اپنے محلے کا نام یاد تھا اور یہ بھی غنیمت تھا۔ مغرب کی نماز پڑھ کر اس نے اپنا مختصر سا سامان باندھ لیا تھا۔ اپنے آپ کو بمشکل نارمل ظاہر کرتے اس نے رات کا کھانا وقت سے پہلے ہی کھا لیا تھا پھر تائی کو اپنے سونے کا بتا کر وہ کمرے میں آ گئی۔ شہزاد گھر پر نہیں تھا اور وہ اکثر رات میں دیر سے گھر آتا تھا، اسی لیے اس کی طرف سے اسے ڈر نہیں تھا۔

اسے سب کے کمرے میں جانے کا انتظار تھا اور ان کے جاتے ہی وہ اپنی گھبراہٹ پر قابو پاتی گیٹ تک آئی تھی۔ گیٹ لاک نہیں کیا گیا تھا، وہ شہزاد ہی آ کر کیا کرتا تھا۔ بے آواز کنڈی کھولتے ہوئے اس کا سانس تیزی سے چل رہا تھا اگر اسے کوئی دیکھ لیتا تو اس کی شامت آ جاتی۔ چادر میں اپنا منہ چھپاتی وہ گلی میں نکل آئی۔

ابھی وہ دو چار قدم ہی چلی تھی کہ سامنے سے آتے شہزاد کو دیکھ کر اس کا سانس رکا مگر اس نے اسے نہیں دیکھا تھا۔ وہ جلدی سے قریب درخت کی اوٹ میں چھپ گئی۔ اس کے جانے کے پانچ منٹ تک وہ وہیں کھڑی رہی۔ یقیناً وہ گیٹ کھلا دیکھ کر حیران ہوا ہوگا۔ کچھ ڈرتی جھجکتی وہ جلدی سے سڑک تک پہنچی۔

اسے ٹرین کے لیے وقت پر پہنچنا تھا۔ رکشہ ملتے ہی اس کا حلق میں اٹکا سانس کچھ بحال ہوا۔

ٹرین سے اپنے شہر تک کا سفر کرتے ہوئے اس کا دل عجیب سے خوف کا شکار تھا۔ اگر ان لوگوں نے اسے سہارا نہ دیا تو وہ کیا کرے گی۔

اور اس سے آگے اس کی سوچوں کا سلسلہ گویا رک جاتا تھا۔ ذہن اتنا ماؤف ہو رہا تھا کہ وہ اس سے زیادہ سوچنے کی خود میں ہمت نہیں پا رہی تھی۔ دل میں

بہت سی دعائیں پڑھتی، وہ رات گیارہ بجے اپنے اسٹیشن تک پہنچی تھی۔

ٹرین کا سفر یوں بھی اس کے لیے نیا نہیں تھا، جب بھی وہ لوگ شہر تبدیل کرتے ٹرین سے ہی سفر کرتے تھے۔

محلے کا نام پتا ہونے کی وجہ سے اسے وہاں پہنچنے میں زیادہ مشکل نہیں پیش آئی تھی، وہاں تک پہنچنے میں۔ ان گلیوں سے گزرتے ہوئے اس پر عجیب سی کیفیت طاری ہو رہی تھی۔ اس کا بچپن یہیں تو گزرا تھا۔ ماں کا ہاتھ پکڑے اسکول جاتے وہ سب ہی گھروں کو غور سے دیکھا کرتی تھی اور ماں سے چھوٹے چھوٹے سوالات کیا کرتی تھی۔ ماضی کا ہاتھ تھامے وہ گلیوں سے گزرتی اس گلی تک پہنچ گئی تھی جہاں اس کا گھر تھا۔

اس خاکی گیٹ کے سامنے کتنی دیر وہ سن سی کھڑی رہی تھی۔ کب سوچا تھا کہ پھر سے یہاں آ پائے گی۔ اس کا دل شدت سے چاہ رہا تھا کہ اس گیٹ سے اندر چلی جائے اور ان در و دیوار کو نظر بھر کر دیکھے مگر اپنی خواہش پر قابو پاتے، آنکھوں میں آئے آنسو صاف کرتی وہ ساتھ والے گیٹ کی جانب آ گئی۔

اسٹیشن سے یہاں تک پہنچنے میں اسے گھنٹہ لگ گیا تھا۔ رات کا وقت تھا، اسے یہاں زیادہ دیر کھڑے ہونا مناسب نہیں لگ رہا تھا۔ بیل پر ہاتھ رکھتے ہوئے اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ جانے کیا ہونے والا تھا۔

گیٹ ایک بڑی عمر کے چاچا جی نے کھولا تھا۔

”مجھے گھر کی مالکن سے ملنا ہے۔“ اس کے کہنے پر چاچا جی نے اسے اور اس کے سامان کو دیکھا۔

”بی بی وہ لوگ تو گاؤں گئے ہوئے ہیں۔“ اور اس کا گویا دل ہی ڈوب گیا۔

”کب تک آئیں گے؟“

”معلوم نہیں کہہ کر تو گئے ہیں کہ زیادہ دن بھی لگ سکتے ہیں۔“

”آ...... آپ میری ان سے بات کروا سکتے ہیں؟“ اس نے امید سے کہا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے سر ہلایا۔ پھر موبائل نکال کر نمبر ملایا، چند منٹ بعد نفی میں سر ہلایا۔

”ان کے گاؤں میں سگنل کا مسئلہ ہے۔ دن میں کسی وقت بات ہو پائے گی۔ آپ اب جاؤ، دن میں چکر لگانا میں کوشش کروں گا بات کروا دوں۔“

”مگر میں تو دور سے آئی ہوں چاچا جی! اس وقت کہاں جاؤں گی۔“ وہ بے بسی سے بولی۔

”میں کیا کر سکتا ہوں، گھر والے مجھے چوکیداری پر بٹھا کر گئے ہیں۔ میں ان کی اجازت کے بغیر کسی کو اندر نہیں ٹھہرا سکتا۔“

چاچا جی کے کہنے پر وہ پریشان سی کھڑی رہ گئی۔ بھلا اس شہر میں اس کا تھا ہی کون، جس کے پاس جاتی۔ بیگ قدموں میں رکھے، چہرہ چادر میں چھپائے وہ وہیں گیٹ کے سامنے کھڑی ہو گئی تھی۔ سوچنے سمجھنے کی صلاحیت گویا سلب ہو کر رہ گئی تھی، وہ بھلا کب یوں اکیلے کہیں گئی تھی۔ نہ وہ اتنی بہادر تھی، یہ تو بس آگے کی زندگی کا خوف اس پر اس قدر حاوی ہوا تھا کہ وہ اپنی قسمت آزمانے نکل کھڑی ہوئی تھی کہ شاید یوں وہ اپنے آپ کو زندگی بھر کے نقصان سے بچا پائے۔

اسے یہاں کھڑے پون گھنٹہ گزر گیا تھا، جب گیٹ دوبارہ کھلا اور چاچا جی کی صورت نظر آئی۔

”اندر آ جاؤ۔“ ان کا ضمیر شاید انہیں چین نہیں لینے دے رہا تھا، جو وہ اسے دیکھنے آ گئے تھے یا انہیں اس پر ترس آ گیا تھا جو بھی تھا وہ ممنون نگاہوں سے انہیں دیکھتی اندر آ گئی۔

”رات بہت ہو گئی ہے، اسی لیے اندر بیٹھنے کی اجازت دے رہا ہوں۔“ پلاسٹک کی کرسی اس کے لیے رکھتے چاچا جی نے جتاتے لہجے میں کہا۔

”میں سامنے ہی بیٹھا ہوں، کوئی ہوشیاری دکھانے کی کوشش نہ کرنا۔“

انہوں نے اسے دھمکانا ضروری سمجھا پھر خاصے فاصلے پر اپنی کرسی رکھ کر بیٹھ گئے۔ اس کے لیے یہ بھی غنیمت تھا، خوف کچھ کم ہوا تھا۔ ساری رات چاچا جی اس کی چوکیداری کرتے رہے۔ نیند تو اس کی آنکھوں سے بھی دور تھی سو وہ بھی سوچتی رہی کہ اگر

digest library.com

اس کی بات اس گھر کے مکینوں سے نہ ہو سکی تو وہ کہاں جائے گی۔ شاید ایدھی سینٹر...... ہاں اس کے علاوہ اس کے پاس سوچنے کے لیے کچھ نہیں تھا۔

فجر کے قریب چاچا بھی اٹھنے لگے مگر وہ آسمان پر نگاہیں ٹکائے ہی بیٹھی رہی پھر وہ نماز پڑھنے کے لیے اٹھ گئے۔ ان کے نماز پڑھنے کے بعد اس نے بھی باہر بنے غسل خانے سے وضو کیا اور پھر ان سے جائے نماز لے کر نماز ادا کی۔

چاچا کسی سوچ بچار میں تھے شاید ناشتا کرنے باہر جاتے تھے اور اس کی وجہ سے جا نہیں پا رہے تھے۔ ان کی نگاہیں بار بار گھڑی پر پڑتی تھیں پھر اس پر۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی، گاڑی کے ہارن کی آواز پر وہ چونکی، وہیں چاچا جی حیرت وخوشی سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

"لگتا ہے، گھر والے آ گئے ہیں۔" اس سے کہتے ہوئے وہ گیٹ کھولنے لگے اور وہ بھی خوش ہوتی اپنی جگہ سے کھڑی ہوئی یقیناً اس کی دعا قبول ہو گئی تھی۔

وہ اس گھر کے مکین ہی تھے جو واپس لوٹ آئے تھے۔ ان بڑی عمر کی خاتون نے اسے حیرت سے دیکھا تھا، ساتھ ان کی بہو بیٹا اور ان کی تین بیٹیاں تھیں جو اس سے کچھ چھوٹی لگ رہی تھیں۔

"آٹھ نو سال پہلے ساتھ والے گھر میں جمال خان رہتے تھے۔ میں ان کی بیٹی ہوں اقصیٰ جمال۔" اس نے جھجکتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔ دل میں خوف سا تھا اگر وہ اسے نہ پہچانے۔

ان خاتون نے اپنا چشمہ درست کر کے اسے اور دیکھا۔

"تم جمال اور عذرا کی بیٹی ہو۔" اس نے بے اختیار اثبات میں سر ہلایا۔

"ماشاءاللہ، کتنی بڑی ہو گئی ہو۔ آؤ، اندر آ جاؤ۔"

نادرہ خاتون نے اسے گلے لگاتے ہوئے خوشی اس کا خیر مقدم کیا۔ اسے اپنا خوف کسی قدر کم ہوتا ہوا محسوس ہوا تھا۔ ان کی بہو فائزہ بھی خاصی خوش اخلاق ملی تھیں۔ اسے ناشتا کرانے کے ساتھ اس کی ہاں کی باتیں کرتی رہیں۔ ناشتے کے بعد انہوں نے اس کے لیے ایک کمرا تیار کر دیا کہ اب وہ آرام کر لے۔

وہ بھی رات کی تھکی ہوئی تھی، اسی لیے ان کی ممنون ہوتی سونے کے لیے لیٹ گئی۔ چند لمحوں میں ہی نیند کچھ ایسی حاوی ہوئی کہ کچھ سوچنے کا موقع ہی نہ ملا۔

☆☆☆

وہ سو کر اٹھی تو دوپہر کا وقت تھا۔ فائزہ آنٹی کھانا بنا رہی تھیں۔ نادرہ آنٹی نے اسے اپنے پاس بٹھا لیا۔ وہ اپنے سفر کا احوال سنا رہی تھیں پھر اچھے ماحول میں ان سب نے کھانا کھایا۔ اپنی بیٹیوں کو کمرے میں بھیج کر فائزہ آنٹی بھی ان کے ساتھ بیٹھ گئیں۔

دونوں نے اس سے یہاں اکیلے آنے کا مقصد پوچھا تو اس نے ان سے کچھ بھی نہ چھپایا۔ گزرے سالوں کی ساری روداد سنا دی۔ اسے وہ سب بتاتے ہوئے شرمندگی بھی محسوس ہوئی مگر اسے سچ بتانا ہی مناسب لگا۔

اس کے خاموش ہونے پر نادرہ خاتون کچھ دیر کسی سوچ میں غرق رہیں، پھر چشمہ درست کرتی اس سے مخاطب ہوئیں۔

"دیکھو بیٹی! ہمیں تمہیں یہاں رکھنے پر کوئی اعتراض نہیں ہے مگر تمہارے یہاں رہنے سے تمہارے لیے ہی مسائل پیدا ہو سکتے ہیں۔ تمہارے ماں باپ کے گھر سے ہماری دیوار ملی ہوئی ہے اور پھر وہ بڑے میاں کرایہ لینے کے لیے آتے ہیں۔ ایسے میں اگر انہوں نے تمہیں کہیں آتے جاتے دیکھ لیا، تم سمجھ رہی ہو نا...... میں کیا کہہ رہی ہوں۔"

"جی، مگر میں کہاں جاؤں گی۔ ایک آپ کے گھر کا ہی تو سوچ کر میں یہاں تک آئی تھی۔" اقصیٰ کے لہجے سے مایوسی چھلکی۔

"تم پریشان نہ ہو۔ میری ایک پرانی جاننے والی ہیں، میں ان سے بات کرتی ہوں۔ وہ اگر تمہیں اپنے پاس رکھ لیں تو بہت اچھا ہو جائے گا۔" نادرہ خاتون کے تسلی آمیز لہجے سے اسے خاصا حوصلہ ہوا۔

"آپ ان سے بات کریں، میں سارے کام

کرلوں گی بلکہ کھانا بھی بہت اچھا بنالیتی ہوں۔"
"خیر کاموں کا تو کوئی مسئلہ نہیں ہے ان کے گھر۔ میں ان سے بات کرتی ہوں، وہ راضی ہوجائیں تو ان کا گھر تمہارے لیے بہت اچھا رہے گا۔ بچے ان کے باہر ہیں۔ خود وہ شوہر کے بعد اکیلے اپنے گھر میں رہتی ہیں۔"
اسے تسلی دیتی، وہ اسے بھی آرام کرنے کا کہہ کر اٹھ گئیں۔ شام میں انہوں نے ان خاتون سے بات کرلی تھی اور اسے صبح کی تیاری کرنے کا کہہ دیا تھا۔ طے یہ ہوا تھا کہ ان کی بہو فائزہ اور بیٹا اسے ان کے پاس پہنچا کر آئیں گے۔ جس پر وہ ان گھر والوں کی ممنون تھی۔

digest library.com

☆☆☆

گیٹ سے اندر قدم رکھتے ہی اس کی نگاہیں شان دار عمارت پر پڑیں جس کی پیشانی پر "ممتاز محل" کے الفاظ جگمگا رہے تھے۔ ایک سمت کشادہ صحن تھا جس میں خوب صورت پھول پودے گھر کے مکینوں کی خوش ذوقی کو ظاہر کر رہے تھے۔

صحن میں ایک جانب کرسیاں بچھی تھیں جس کے ساتھ اوپر کو جاتی دو سیڑھیاں تھیں جو برآمدے تک جاتی تھیں۔ وہاں پر لکڑی کی خوب صورت کرسیاں رکھی گئی تھیں جن پر شیشے کے کام والی گدیاں رکھی تھیں۔ گملوں میں لگے پودوں اور مختلف بیلوں نے برآمدے کی سجاوٹ کو دو چند کردیا تھا۔

برآمدے کی بائیں جانب بھی دو سیڑھیاں تھیں جو گیراج میں اترتی تھیں جو کہ اتنا کشادہ تھا کہ اس میں آرام سے چار گاڑیاں کھڑی کی جاسکتی تھیں۔ ان سیڑھیوں سے کچھ آگے جاتے ہی ویسی ہی دو سیڑھیاں تھیں جو دو دروازوں تک جاتی تھیں جو ایک دوسرے سے قدرے فاصلے پر تھے۔ ملازم کے پیچھے وہ ایک دروازے سے اندر داخل ہوگئے تھے۔ وہ ڈرائنگ روم تھا جو اپنی سجاوٹ، نفیس اور خوب صورت فرنیچر کی بدولت بہت اچھا لگ رہا تھا۔ انہیں بٹھا کر ملازم کسی عورت کو ساتھ لے آیا تھا جو خود بھی اس حویلی نما گھر کی ملازمہ ہی لگ رہی تھی۔

"میں سکینہ ہوں۔ بڑی بیگم نے مجھے آپ کے آنے کا بتا دیا تھا۔ انہیں صبح کسی عزیز کی وفات کی خبر ملی تھی، اسی لیے انہیں جانا پڑا۔ آپ چاہیں تو ان کا انتظار کرلیں۔"

ملازمہ نے اپنا تعارف کروانے کے ساتھ انہیں اپنی بیگم صاحبہ کا پیغام بھی دے دیا۔

"نہیں، بس ہم اب چلیں گے۔ ہم نے واپس جانا ہے، آپ ان کو ہمارا سلام کہیے گا۔ ہم بس اس بچی کو چھوڑنے آئے تھے۔"

فائزہ آنٹی نے جواب دیا۔ اتنے میں ایک ملازمہ ٹرالی دھکیلتی آگئی تو ملازمہ کے اصرار پر وہ کچھ دیر بیٹھ گئے۔ چائے پیتے ہی وہ میاں بیوی اٹھ گئے تھے، انہیں رات تک اپنے شہر واپس بھی پہنچنا تھا۔ وہ دونوں اسے بہت سی تسلیاں دے کر چلے گئے تھے۔

ان کے جاتے ہی ملازمہ اسے اندرونی حصے کی جانب لے گئی جہاں ویسا ہی شان دار لاؤنج تھا۔ ایک جانب کچن تھا جہاں دوسری ملازمہ ٹرالی لیے جارہی تھی۔ کچھ اور کمروں کے دروازے اور ایک جانب جاتی راہداری بھی تھی جس پر اس کی نگاہ پڑی تھی۔

"بڑی بیگم نے آپ کے لیے کمرا تیار کروایا ہے۔ آپ آرام کرلیں۔" سکینہ نے اس سے کہا پھر دوسری ملازمہ کو آواز دی۔

"نوری۔"

"جی۔" وہ فوراً حاضر ہوئی۔

"جاؤ، ان کو ان کا کمرا دکھا دو۔" وہ سر ہلاتی اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتی، بائیں جانب کی سیڑھیاں چڑھنے لگی تو اس نے بھی اس کی تقلید کی۔

دوسری منزل پر پانچ کمرے تھے اور درمیان میں بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی گئی تھی جہاں صوفے رکھے تھے۔ ایک کمرے کے دروازے پر وہ رک گئی پھر دروازہ کھول کر اس کا سامان اندر رکھا۔

"میں یہاں رہوں گی؟" اس نے حیرت سے جہازی سائز بیڈ اور دو سنگل قیمتی صوفوں کو دیکھا تھا بلاشبہ وہ ایک سجا سجایا اور کشادہ کمرا تھا۔

"جی بی بی! آپ کو یہیں ٹھہرانے کا حکم تھا۔ آپ ابھی آرام کرلیں، شام میں، میں آپ کا سامان الماری میں رکھوادوں گی۔" نوری نے مسکرا کر اپنی خدمات پیش کیں۔

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ سامان تو میں رکھ لوں گی۔" اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کہے، جانے نادرہ خاتون نے اپنی عزیزہ سے اس کے بارے میں کیا کہا تھا کہ اسے اتنی پذیرائی مل رہی تھی۔ حالانکہ اس کا خیال تھا کہ وہ یہاں کوئی کام کرلے گی مگر یہاں تو پہلے سے کام کرنے والوں کی کمی نہ تھی۔ نوری اسے چھوڑ کر چلی گئی تو وہ بھی سر جھٹکتے بیگ سے کپڑے نکالتی نہانے کی غرض سے واش روم میں گھس گئی۔

☆☆☆

شام میں وہ سو کر اٹھی تو نوری دروازے پر دستک دیتی اندر چلی آئی تھی۔

"اچھا ہوا آپ جاگ گئیں، بی جان آپ کا پوچھ رہی تھیں۔"

"بی جان کون؟" اس نے استفسار کیا۔

"بڑی بیگم صاحبہ، جو اس گھر کی مالکن ہیں۔"

نوری کی وضاحت پر اس نے سر ہلایا۔ اس کے جانے کے بعد اس نے اٹھ کر بال بنائے پھر دوپٹا درست کرتی باہر نکل آئی۔ پہلی سیڑھی پر قدم دھرتے ہی اسے کسی خاتون کی تیز آواز سنائی دی تھی۔

"غلام بخش! تمہیں معلوم ہے نا' ہم بار بار کی گئی کوتاہی کو معاف کرنے کے عادی نہیں ہیں۔ اب کی بار وہ ہمیں ممتاز محل کے اندر نظر نہ آئے۔" لہجے میں اچھی خاصی سختی تھی جس کو محسوس کرتی اقصیٰ دوسرا قدم اٹھانا بھول گئی۔

"بی بی! یہاں کیوں رک گئیں، نیچے آجائیں نا۔" ہاتھ میں کچھ سامان پکڑے، اوپر آتی نوری نے اسے کھڑے دیکھ کر کہا تو وہ چونکی۔

"یہ کس کی آواز ہے؟"

"یہ تو بی جان کی آواز ہے۔"

"تمہاری بی جان تو بہت غصے والی لگتی ہیں۔"

اس نے خدشے کا اظہار کیا تو نوری مسکرائی۔

"وہ تو بی جان مالی کی نااہلی پر چچا غلام بخش پہ ناراض ہورہی تھیں۔ اصل میں بی جان کا غصہ کچھ تیز ہے مگر آپ گھبرائیں نہیں، اطمینان سے جائیے۔" اسے حوصلہ دیتی وہ خوش مزاجی سے کہتی آگے بڑھ گئی تو اسے بھی ناچار قدم بڑھانے پڑے۔ چچا غلام بخش کو جاتے دیکھ کر وہ جھجکتی ہوئی اس شخصیت کے سامنے رکی جو اب ہاتھ میں پکڑی کتاب کی جانب متوجہ تھیں۔

سفید رنگت والے چہرے میں سرخی گھلی ہوئی تھی، جو شاید غصے کے باعث تھی۔ براؤن بال جوڑے میں مقید تھے، سفید غرارہ قمیص انہوں نے زیب تن کر رکھا تھا۔ ساتھ میں ہم رنگ دوپٹا کندھوں پر سلیقے سے ڈال رکھا تھا۔ ایک رعب سا تھا جو ان کی شخصیت سے چھلکتا اقصیٰ کو پوری طرح محسوس ہوا تھا۔ اس کے آہستہ سے سلام کرنے پر ان کی نگاہیں اٹھیں۔ اسے جواب دیتے، ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کرتے انہوں نے ہاتھ میں پکڑی کتاب اور ناک پر دھرا چشمہ اتار کر قریبی میز پر رکھا۔

"نادرہ خاتون نے ہمیں تمہاری ذمہ داری سونپی ہے، جسے ہم نے بخوشی قبول کیا ہے۔ ان کی بات ہمارے لیے بہت معنی رکھتی ہے۔ آپ کے والدین کا ہمیں افسوس ہے، ہم کوشش کریں گے کہ آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہ ہو۔"

"جی، آپ کا بہت شکریہ۔" اس سے زیادہ وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ ان کی نظریں خود پر محسوس کرتی وہ نگاہیں جھکا گئی تھی۔

"نادرہ خاتون کو فون کرلیجیے، وہ آپ سے بات کرنا چاہ رہی تھیں۔ فون وہاں رکھا ہے۔"

انہوں نے میز پر رکھے فون کی جانب اشارہ کیا تو وہ سر ہلاتی فون کی جانب بڑھ گئی۔ ساتھ ہی ڈائری کھلی پڑی تھی جس پر نادرہ خاتون کے نام کے ساتھ ان کا نمبر لکھا تھا۔ ایک نظر بی جان پر ڈالی جو اب پھر سے کتاب پڑھنے میں مصروف ہوچکی تھیں، گہرا سانس لیتے ہوئے اس نے فون کا ریسیور اٹھالیا۔

☆☆☆

ممتاز محل میں آئے اسے تین دن ہو گئے تھے۔
نادرہ خاتون نے اسے بتایا تھا کہ انہوں نے بی جان کو اس کے رشتہ داروں اور ان کے پیشے کے متعلق کچھ نہیں بتایا تھا اور اسے بھی ذکر کرنے کی ضرورت نہیں اور اس بات نے اسے کسی قدر خائف کر دیا تھا، اسی لیے زیادہ تر وقت وہ اپنے کمرے میں گزارتی۔ ایک نوری تھی جس سے بات کرنا اسے اچھا لگتا تھا مگر وہ بھی اپنے کاموں میں مصروف رہتی تھی۔ بی جان سے ناشتے اور کھانے پر سرسری سی ملاقات ہو جاتی مگر کب تک وہ کمرے تک محدود رہ سکتی تھی۔ یہی سوچ کر وہ کمرے سے باہر نکل آئی۔ نوری جھاڑ پونچھ میں مصروف تھی۔

''بی جان کہاں ہیں؟'' اس نے نوری سے دریافت کیا۔

''وہ تو اماں سکینہ کے ساتھ گئی ہیں کسی کام سے، آپ کو کچھ چاہیے۔'' نفی میں سر ہلاتی وہ باہر صحن میں نکل آئی۔ صبح کے گیارہ بج رہے تھے اور اچھی خاصی دھوپ تھی۔ کچھ دیر برآمدے میں ٹہلنے کے بعد وہ اندر آ گئی۔ کچن میں جھانکا تو نوری کھانا بنانے کی تیاری کر رہی تھی۔

''کیا بنا رہی ہو؟'' اس کے پوچھنے پر وہ متوجہ ہوئی۔

''چکن نکالا ہے۔ سالن بناؤں گی۔ ویسے تو اماں سکینہ میرے سر پر کھڑے ہو کر بنواتی ہیں، مگر آج وہ نہیں ہیں تو میں خود ہی بناؤں گی۔ وہ اس گھر کی پرانی ملازمہ ہیں۔''

''تم کب سے یہاں ہو؟'' اسے اچھا لگ رہا تھا کسی سے بات کرنا۔ حالانکہ وہ خود بھی زیادہ نہیں بولتی تھی مگر اتنے دنوں سے کسی سے بات کرنے کو ترس گئی تھی اور پھر نوری سے بات کرنا اسے اچھا لگ رہا تھا۔

''ہم بھی حویلی والوں کے پرانے نمک خوار ہیں۔ میرے دادا بڑے صاحب کی گاڑی چلایا کرتے تھے اور اماں ابا بھی یہیں کام کرتے تھے۔ اب جب سے اماں سکینہ کے میاں کی وفات ہوئی ہے تو اب ابا ان کی جگہ زمینوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں اور میری اماں جب سے بیمار ہوئی ہیں تو میں نے ان کی جگہ لے لی ہے۔'' نوری نے تفصیل سے بتایا۔

''اچھا تم کوئی اور کام کر لو۔ میں کھانا بناتی ہوں۔'' اس کے کہنے پر وہ اچھلی۔

''نہ نہ بی بی! آپ کیوں بنائیں گی میرے ہوتے ہوئے۔''

''سارا دن کچھ نہیں کرتی، تھک جاتی ہوں فارغ رہ رہ کر۔ بس تم چھوڑو۔'' اس نے زبردستی اس کے ہاتھ سے پلیٹ میں رکھا چکن لیا جسے وہ اچھی طرح دھو چکی تھی۔

''آپ تو میری شامت بلوا کر رہیں گی۔''

''بی جان چاول پسند کرتی ہیں؟'' اس کی بات کو نظر انداز کرتے اس نے پوچھا۔

''چاول تو بہت شوق سے کھاتی ہیں۔'' پھر اس کے منع کرنے کے باوجود وہ بریانی کی تیاری کرنے لگی تھی، یوں بھی بریانی وہ بہت اچھی بناتی تھی۔ اتنے دنوں بعد کچھ کرنے کو ملا تھا تو اسے خاصا اچھا محسوس ہو رہا تھا۔

بی جان کی واپسی رات کے کھانے کے قریب ہوئی تھی۔ ان کے فریش ہونے تک کھانا میز پر لگ چکا تھا۔ اماں سکینہ پچھلی طرف بنے اپنے کوارٹر میں جا چکی تھیں۔ نوری ان کے لیے وہیں کھانا لے گئی کہ وہ خاصی تھک چکی تھیں۔

کن انکھیوں سے بی جان کو بریانی کھاتے دیکھ کر اس نے رکا ہوا سانس بحال کیا۔

نوری شاید کوارٹر سے آئی تھی، اس کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے بی جان نے اسے پکارا۔

''جی بی جان۔'' وہ کچن سے نکل کر میز تک آئی۔

''بریانی کس نے بنائی ہے؟''

''جی وہ......'' اس سے ہوتی نگاہ بی جان پر رکی۔ ''اقصیٰ بی بی نے۔'' وہ کچھ چور سی ہو گئی۔ اقصیٰ کا ہاتھ وہیں رک گیا تھا۔

''کیوں، اس گھر میں کیا پہلے کھانا نہیں پکتا تھا جو آپ نے ان سے کھانا بنوایا۔'' وہ سنجیدگی سے

digest library.com

بولیں تو اسے بولنے کی ہمت کرنا پڑی۔

"وہ میں فارغ تھی تو میرا دل چاہ رہا تھا، اسی لیے میں نے کھانا بنالیا ورنہ یہ تو مجھے منع کررہی تھی۔" وہ خاموش ہوگئیں مگر تاثرات سنجیدہ تھے۔ نوری چپکے سے کچن میں گھس گئی۔

"اس گھر میں ملازمین ہیں اور وہ اپنا کام کرنا جانتے ہیں۔" چند لمحوں بعد وہ مخاطب ہوئیں تو اقصیٰ کے حلق میں نوالہ اٹکا۔

"جی بہتر۔" اسے کہنا پڑا، البتہ بی جان کے روشن چہرے پر ہلکی سی سرخی شاید ان کی غصے کی چغلی کھارہی تھی۔ وہ سر جھکا گئی۔

☆☆☆

فجر کی نماز پڑھ کر وہ جب بھی سونے لگتی تو ایک نظر پردہ ہٹا کر ضرور دیکھا کرتی تھی، یہاں سے طلوع ہوتے سورج کا منظر بہت خوب صورت نظر آتا تھا اور ایسے میں بی جان صحن میں چہل قدمی کرتی بھی نظر آجاتیں۔

ناشتا وہ آٹھ بجے کیا کرتیں مگر دن ان کا فجر کے بعد سے شروع ہوجاتا تھا اور وہ ناشتے کی میز پر پہنچ جایا کرتی تھی کہ اسے بھی دیر تک سونے کی عادت نہیں تھی۔ بی جان کی دن بھر کی اپنی مصروفیات تھیں۔ ناشتے کے بعد وہ اخبار باقاعدگی سے پڑھتیں پھر حساب کتاب کھول کر بیٹھ جاتیں۔ ہر ہفتے کو نوری کا باپ زمینوں اور باغوں کی تفصیلات کے ساتھ پہنچ جاتا یا پھر ان کا اپنے عزیز رشتہ داروں میں آنا جانا لگا رہتا تھا۔ دوپہر میں وہ سوتی تھیں اور شام میں صحن میں بیٹھ کر اکثر کتاب پڑھتی نظر آتیں۔ شام کی چائے وہ وہیں بیٹھ کر پیتی تھیں۔ اس دوران ان کا موبائل بھی زیادہ تر بجتا ہی رہتا تھا۔

ناشتے کے بعد وہ لاؤنج میں ہی پائی جاتی تھیں مگر آج ان کی غیر حاضری محسوس کرتی وہ نیچے آگئی۔ نوری کہیں نظر نہ آئی تو وہ راہداری کی جانب بڑھ گئی۔ تھوڑا آگے جاکر دائیں جانب ایک دروازہ تھا جبکہ بائیں جانب کو تھوڑا آگے جاکر دوسرا دروازہ تھا۔ جو پچھلی طرف کھلتا تھا، جہاں کوارٹرز بنائے گئے تھے۔

وہ واپس اس دروازے کی جانب آگئی، جو بند تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اس نے اس دروازے پر ہلکے ہاتھ سے دباؤ ڈالا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اس کے سامنے ایک وسیع لائبریری تھی جسے دیکھ کر وہ دنگ رہ گئی تھی۔ بے حد کشادہ اور شیلفس میں سلیقے سے بھی بے شمار کتابیں جن کا اندازہ اسے شیلفس کی تعداد دیکھ کر ہی ہوگیا تھا۔ وہ شیلفس پر لگے ٹیگو پڑھتی آگے بڑھنے لگی۔ دیکھنے میں وہ خاصی پرانی لائبریری دکھائی دیتی تھی لیکن وہ ایک بڑے ذخیرے کو خود میں سموئے ہوئے تھی۔

ایک شیلف سے اشفاق احمد کی "منچلے کا سودا" اٹھاتی وہ سٹنگ ایریا کی جانب آگئی۔ نگاہیں اٹھیں تو قدم زمین نے جکڑ لیے۔ بی جان ایک صوفے پر براجمان تھیں، ہاتھ میں کتاب تھی۔

"رک کیوں گئیں، آؤ بیٹھو۔" کتاب سے نگاہ اٹھا کر وہ بولیں تو وہ اپنی جگہ شرمندہ سی ہوگئی یقیناً وہ اس کی موجودگی سے پہلے ہی باخبر تھیں اور وہ یوں بغیر اجازت کے یہاں دندناتی پھر رہی تھی۔ خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی وہ ان کے سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"کتابیں پڑھنے کا شوق ہے؟" ابھی وہ الفاظ تلاش کررہی تھی کہ انہوں نے پوچھ لیا۔

"جی۔ میں نے بی اے کیا ہے۔ پڑھنے کا بہت شوق ہے مجھے۔"

"اچھی بات ہے۔ اس لائبریری میں بے شمار موضوعات پر کتابیں موجود ہیں۔ آپ یہ پڑھ سکتی ہیں۔ ہمیں خوشی ہوگی۔" ان کے چہرے پر نرمی اور شفیق سا تاثر تھا جو اسے بہت اچھا لگا۔

"شکریہ، میں ضرور پڑھوں گی۔" وہ خوش ہوگئی۔

"بلکہ آپ کو آگے پڑھنے کے متعلق بھی سوچنا چاہیے۔"

"میں تو کب سے آگے پڑھنا چاہ رہی ہوں، اگر آپ کی اجازت ہے تو میں ضرور پڑھوں گی۔" ان

کی بات پر اس کے دل کی کلی کھل اٹھی تھی۔

"ٹھیک ہے۔ آپ اگر یونی ورسٹی جانا چاہتی ہیں تو ہم آپ کا ایڈمیشن کروا دیتے ہیں، اگلے مہینے سے ایڈمیشن شروع ہیں۔"

اقصیٰ نے جھٹ سے سر اثبات میں ہلایا۔

"ٹھیک ہے پھر آپ مضامین کا انتخاب کرلیجیے گا۔" ان کی نگاہیں واپس کتاب پر مرکوز ہو گئیں۔

"آنٹی میں یہ کتاب لے جاؤں پڑھنے کے لیے۔" اس کے منہ سے نکلا۔

چشمہ اتار کر انہوں نے اس کی جانب دیکھا۔

"ہمارے بچے ہمیں بی جان کہتے ہیں، آپ بھی کہہ سکتی ہیں۔ کتاب ضرور لے جائیے، ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو ہم نے آپ کو اجازت دی ہے۔"

خوب صورت مسکان نے ان کے لبوں کو چھوا۔ اس نے تسلیم کیا کہ وہ خاصی خوب صورت خاتون ہیں۔ یقیناً وہ اپنی جوانی میں بے پناہ حسین رہی ہوں گی۔ اب بھی ان کی شخصیت سے ایک وقار جھلکتا تھا۔

"جی شکریہ، بی جان!" اس کے منہ سے پھسلا۔

وہ جانے کو مڑی تو ان کی آواز نے قدم روکے۔

"بریانی بہت مزے دار تھی۔ آپ کا جب بھی دل چاہے، آپ کچن میں جا سکتی ہیں مگر ہمیں خوشی ہو گی اگر آپ اپنی پڑھائی پر زیادہ توجہ دیں گی۔"

ان کی تعریف پر حیران ہوتی وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی تھی۔

☆☆☆

ممتاز محل میں رہتے ہوئے وہ مطمئن تھی۔ وہ جو سمجھتی تھی کہ اب کبھی زندگی میں اس ماحول سے نکل نہیں پائے گی۔ اب اسے یہ سب ایک خواب سا لگتا تھا۔ بی جان سے بھی اس کی ہلکی پھلکی بات چیت ہونے لگی تھی۔ اکثر وہ اس سے کتاب پر تبصرہ کرتی تھیں۔ وہ کتابوں کی بے حد شوقین تھیں۔ گو کہ ان کا رویہ دھوپ چھاؤں کا سا ہوتا تھا مگر اسے وہ بہت اچھی لگنے لگی تھیں۔ اس کا ایڈمیشن بھی ہو گیا تھا اور کچھ جھجکتے ہوئے اس نے جانا بھی شروع کر دیا تھا۔ اسے یوں لگنے لگا تھا جیسے وہ ہر خوف سے آزاد ہو چکی ہے، اب پچھلی زندگی اور وہ لوگ کہیں پیچھے رہ گئے تھے اور اس کی زندگی سے گویا وہ سب مٹ چکا تھا جس کا خوف اسے دنیا سے ڈرائے رکھتا تھا۔

اتوار کا دن تھا اور وہ صبح سے اپنا ٹیسٹ یاد کرنے کے لیے کتابیں لے کر کمرے میں گھسی بیٹھی تھی۔ زیادہ تر وہ کمرے میں ہی پڑھتی تھی، کبھی کبھی لائبریری کا رخ بھی کر لیتی۔ شام کی چائے کے لیے باہر نکلی تو نوری بی جان کے ساتھ والے کمرے کی صفائی کرنے میں مصروف تھی۔

"کوئی آ رہا ہے کیا؟" اسے دیکھ کر وہ مسکرائی۔

"جی، بی جان کے پوتے آ رہے ہیں رات میں اور ان کے اعزاز میں آج اماں سکینہ خود ان کی پسندیدہ کڑھی چاول بنا رہی ہیں۔" نوری نے اطلاع دی۔ "آپ چلیں، بس بی جان بھی چائے کے لیے کمرے سے نکل چکی ہیں۔" وہ سر ہلاتی کمرے سے نکل گئی۔

☆☆☆

"کیسی ہیں بی جان؟" وہ لمبا چوڑا شخص آ کر ان کے قدموں میں بیٹھ گیا تھا۔ یہ اس کا مخصوص انداز تھا جو بی جان کو بے حد پسند تھا۔ پیار سے اس کے ماتھے پر بوسہ دیتے بی جان مسکرائیں۔

"آپ آ گئے ہیں تو ہم اور اچھا محسوس کر رہے ہیں۔"

"کچھ مہینوں سے اتنی مصروفیت تھی بی جان کہ چکر ہی نہیں لگا سکا۔" اس کے لہجے میں ندامت تھی۔

"اب آپ آ گئے ہیں تو یہاں کی رونق بڑھ گئی ہے۔"

بی جان کبھی شکایت نہیں کرتی تھیں اور یہ بات وہ اچھی طرح جانتا تھا۔

"آپ کے آنے کا سن کر سکینہ بی نے خود کڑھی چاول بنائے ہیں۔ آپ فریش ہو لیں، ہم کھانا

digest library.com

لاتے ہیں۔'' بی جان کے کہنے پر وہ سر ہلاتا، سیڑھیاں چڑھتا اپنے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

وہ فریش ہو کر آیا تو بی جان کھانے پر اس کا انتظار کر رہی تھیں۔

''عرصہ ہو گیا ہے بی جان! کڑھی چاول کھائے۔'' اپنا پسندیدہ کھانا دیکھ کر وہ بولا۔ سکینہ بی! آپ کے کڑھی چاول کی بات ہی اور ہے۔''

پانی کی بوتل رکھتی سکینہ بی سے کہا تو وہ خوش ہو گئیں۔ اسی وقت اقصیٰ آ کر بی جان کی بائیں جانب بیٹھ گئی کیونکہ دائیں جانب آج کوئی اور موجود تھا۔

''آیئے، آج تو آپ صبح سے مصروف ہیں۔ تیاری ہو گئی ٹیسٹ کی۔'' بی جان نے اسے مخاطب کیا جبکہ سامنے بیٹھے شخص نے اسے حیرت سے دیکھا تھا۔

''جی، تیاری تو بہت اچھی ہو گئی۔''

''ان سے ملیے، یہ ہمارے پوتے ہیں ریان اور ریان! یہ اقصیٰ ہیں۔ ایم اے کر رہی ہیں اور ہمارے ساتھ ہی رہتی ہیں۔''

بی جان نے تعارف کرایا جو کہ کچھ نامکمل سا تھا مگر اسے اس لڑکی کے سامنے مزید کریدنا کچھ نامناسب سا لگا تو خاموش رہا۔

کھانے کے دوران دو مرتبہ اسے سامنے بیٹھے شخص کی خود پر پڑتی سنجیدہ نظروں کا احساس ہوا مگر اس کی جانب دیکھنے پر وہ کھانے میں اس قدر محو لگا کہ اسے اپنا وہم لگا۔

کھانے کے بعد وہ صبح جلدی اٹھنے کے بہانے اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ ایک اجنبی سا احساس تھا جسے وہ نام نہیں دے پا رہی تھی۔

''بی جان! یہ لڑکی کون ہے؟'' اس کے جانے کے بعد لاؤنج کے صوفے پر بیٹھتے ہوئے ریان نے سنجیدگی سے اس کی بابت پوچھا۔

''میری ایک جاننے والی کی عزیزہ ہیں۔ ماں باپ نہیں ہیں ان کے، ہم نے ان کی سرپرستی کی ذمہ داری اٹھائی ہے۔'' بی جان نے اطمینان سے جواب دیا۔

''آپ نے ٹھیک سے تسلی تو کر لی ہے نا بی جان! آج کل یوں کسی کی ذمہ داری لینا بہت بڑی بات ہے اور......''

''آپ پریشان نہ ہوں، ہم نے بہت سوچ سمجھ کر یہ ذمہ داری اٹھائی ہے۔ آپ بتایئے کس کیس کے سلسلے میں یہاں آنا ہوا۔''

بی جان نے بات بدل دی تو وہ کچھ کہتے کہتے رک گیا پھر انہیں تفصیل سے اپنی اس شہر میں آمد کے متعلق بتانے لگا۔

☆☆☆

آج اسے جلدی یونیورسٹی پہنچنا تھا اس لیے وہ جلدی ناشتا کر رہی تھی۔ بی جان کے ناشتے میں ابھی وقت تھا سو وہ اکیلی ہی ناشتا کر رہی تھی۔ گھڑی پر نگاہ ڈالے وہ کھانے میں مصروف تھی جب وہ میز تک آیا۔ ایک سنجیدہ نظر اس پر ڈال کر نوری کو آواز دی۔

''ایک دودھ کا گلاس لا دیں۔''

''میں ناشتا بنا دیتی ہوں جلدی سے۔'' نوری جھٹ بولی۔

''نہیں، مجھے جلدی ہے۔ ناشتا رہنے دیں۔ آپ دودھ لے آئیں۔''

''جی۔'' وہ کچن میں چلی گئی۔ اس کا موبائل بجنے لگا تو اس نے اٹھا کر کال ریسیو کی۔

''یس ایس پی ریان۔'' اور سامنے بیٹھی اقصیٰ کے حلق میں گویا نوالہ پھنس گیا۔ کھانستے ہوئے اس نے پانی کا گلاس لبوں سے لگایا۔

''یس سر! میں پہنچ چکا ہوں۔ جی جی میں شام تک رپورٹ کرتا ہوں۔''

دوسری جانب کی بات کا جواب دیتے نظریں بے اختیار اس پر جم گئی تھیں جو کچھ گھبرائی ہوئی سی لگ رہی تھی۔ نوری دودھ کا گلاس لے کر آئی تو جلدی سے گلاس ختم کرتا وہ اٹھ گیا مگر جاتے جاتے ایک گہری نگاہ اس پر ڈالی، جواب آہستہ آہستہ لقمے لے رہی تھی۔

اس کے جاتے ہی اماں سکینہ آئیں اور نوری کو ایک فریم تھما کر خود کچن میں چلی گئیں۔

"یہ دیکھیں بی بی! ہمارے ریان بھائی اپنی وردی میں کیسے جچ رہے ہیں۔" نوری کے مخاطب کرنے پر اس کی نگاہیں بے اختیار اس فریم کی ہوئی تصویر پر پڑیں، پولیس کی وردی میں اس کا سنجیدہ اور شاہانہ انداز، اس کے دماغ میں کلک ہوا تھا۔ وہ لمبا چوڑا شخص وردی میں ملبوس، اجلی رنگت، ہلکی داڑھی اور مونچھوں تلے سنجیدہ لب۔ اسے اپنا سانس رکتا محسوس ہوا تھا۔

"ریان بھائی کی وردی والی تصویر ماما نے آج بھی سنبھال کر رکھی ہے۔" ایک بازگشت نے —— اس پر جیسے خوف سا طاری کر دیا تھا۔

"فریم کا شیشہ ٹوٹ گیا تھا نا، اب ڈرائیور جڑوا کر لایا ہے تو کیسا نیا نکور لگ رہا ہے۔" نوری اپنی دھن میں بولے جا رہی تھی۔ ایسے میں نہ وہ اس کی خاموشی کو نوٹ کر سکی، نہ ہی اس کی اڑی رنگت کو۔

بے دم ہوتے وجود کے ساتھ وہ گاڑی میں جا بیٹھی۔ یونی میں بھی اس نے بہت مشکل سے دن گزارا تھا۔ ٹیسٹ میں جانے کیا لکھتی رہی تھی، کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ آخری پیریڈ فری تھا مگر گھر جانے کے بجائے وہ درخت کے نیچے موجود بنچ پر بیٹھ گئی۔ دوستی تو اس کی کسی سے خاص تھی نہیں، بس سلام دعا تھی اور اب تو اس کی کلاس جا بھی چکی تھی۔ ایک وہ تھی جو گرمی کی پروا کیے بغیر یہاں بیٹھی تھی۔

وہ اسے اچھی طرح پہچان چکی تھی۔ یہ وہی تھا جس کو اس نے مشعل کے گھر دیکھا تھا اور ایک بار جس کی گاڑی میں بھی وہ بیٹھی تھی "ایس پی ریان ملک" اس کا نام بھی اسے یاد آ گیا تھا۔ خوف سے اس کا دل لرز اٹھا تھا۔ اگر اس نے بھی اسے پہچان لیا تو......

نادرہ آنٹی نے اسے منع کیا تھا کہ وہ یہاں ان لوگوں کا ذکر نہ کرے بلکہ اس زندگی کو بھلا دے اور وہ تو بھول بھی چکی تھی۔ وہ تو سرشار تھی کہ اس نے اپنی قسمت بدلنے کے لیے جو قدم اٹھایا تھا اس نے اس کی زندگی کو بدل کر رکھ دیا تھا اور اب اس شخص کا سامنا ہونے پر وہ عجیب سے خوف کو اپنے اوپر طاری ہوا محسوس کر رہی تھی۔

آخر کب تک وہ یہاں بیٹھ سکتی تھی۔ شل ہوتے وجود کے ساتھ وہ واپس آ گئی تھی۔ کھانے سے اس نے منع کر دیا تھا کہ وہ آرام کرنا چاہتی ہے۔ رات کے کھانے پر بی جان کے بلانے پر نہ چاہتے ہوئے بھی اسے جانا پڑا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔" بی جان اس کی زرد رنگت دیکھ کر پریشان ہوئیں جو اسے موجود پا کر کچھ اور پھیکی پڑ گئی تھی۔

"نہیں، بس یوں ہی طبیعت بوجھل ہو رہی تھی۔" جواب دیتے اس نے سامنے دیکھنے سے گریز کیا اور سر جھکا گئی۔ اس کی نگاہوں کی تپش اسے محسوس ہو رہی تھی۔ بی جان نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"آپ کو تو بخار ہے۔" انہیں تشویش ہوئی۔

"ٹھہریں، ہم آپ کے لیے کچھ ہلکا پھلکا منگواتے ہیں۔"

اس کے منع کرنے کے باوجود بی جان نے [illegible] کے لیے ڈبل روٹی اور دودھ کا گلاس منگوا لیا [illegible] کھانے کے بعد ریان کو ہدایت کی کہ وہ نوری کے ساتھ اسے ڈاکٹر کے ہاں لے جائے کیونکہ ڈرائیور اپنے گھر جا چکا تھا۔

وہ تو اگر [illegible] کے ساتھ جانے کے خیال سے اس [illegible] بدک گئی۔

"نہیں بی جان! میں ٹھیک ہوں۔"

اس نے اتنی بے ساختگی سے انکار کیا کہ وہ اس کا گھبرایا ہوا انداز پوری طرح محسوس کر گیا۔ ایک گہری نگاہ اس پر ڈالی جو کچھ اور سہم گئی تھی۔ بی جان نے اس کی ایک نہ سنی اور نوری کے ساتھ اسے روانہ کر دیا۔ سارے راستے نوری کا ہاتھ پکڑے وہ اپنی تیز ہوتی دھڑکنوں کو سنتی رہی تھی۔

واپس ممتاز محل پہنچتے ہی وہ جلدی سے گاڑی

digest library.com

اتری۔ آگے بڑھنے کی کوشش میں اسے رک جانا (پڑا) اس کا دوپٹا دروازے میں آ گیا تھا۔

"محترمہ! خاصی جلدی میں ہیں آپ۔" ریان نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے دروازہ کھول کر اس (کا دو)پٹا نکالا اور وہ جیسے سن ہوگئی تھی ایک منظر ذہن کے (پردے) پر لہرا گیا تھا۔

"چلیں بی بی!" نوری نے دوسری طرف سے (آ کر) اسے تھاما تو اس کا رکا ہوا سانس گویا بحال ہوا۔ وہ (اندرو)نی حصے کی جانب بڑھ گئی۔

☆☆☆

"نہیں میں نے کچھ نہیں کیا۔" اس کی آواز (کانپی)۔

"لیکن میں تمہیں پہچان گیا ہوں۔ تم وہی لڑکی (ہو۔) تم اس گھر میں چوری کرنا چاہتی تھیں۔ تم ایک چور (ہو۔) میں بی جان کو سب بتا دوں گا۔" اس کی نگاہوں (می)ں نفرت تھی۔

"نہیں میں چور نہیں۔ سچ میں ایک بار میری (بات) سن لیں۔"

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ اسے کیسے (سمجھائ)ے۔ مگر وہ نہیں رکا تھا اس نے بی جان کو بتا کر دم لیا (تھا) اور جو اس نے بتایا تھا اس کے بعد بی جان نے (اسے ا)پنی چھت کے نیچے رکھنے سے انکار کر دیا تھا۔

"میں چور نہیں ہوں۔" وہ چیخی تھی مگر کوئی اس کی (س)ننے کو تیار نہیں تھا۔ قریب آتی پولیس کی گاڑی (کی آواز) پر اس کا سانس اکھڑنے لگا۔ وہ یک دم جھٹکے سے (اٹھ بیٹھ)ی تھی۔ باہر بجلی کڑکی تھی اور وہ خوف کے مارے (بستر) سے اتری۔ بغیر پاؤں میں چپل پہنے وہ بھاگتی (ہوئی) بی جان کے کمرے میں جا گھسی۔

"مجھے بچا لیں بی جان پلیز۔ مجھے بچا لیں۔" بی (جان) نیند سے جاگ چکی تھیں اور اسے یوں ڈری سہمی، اس حالت میں دیکھ کر حیران پریشان تھیں۔

"میں نے کچھ نہیں کیا بی جان! آپ مجھے (بچا)لیں۔ ان سب سے بچا لیں۔ آ آپ مجھے بچا سکتی (ہیں۔)"

روتے ہوئے اس نے ان کی گود میں سر رکھ لیا تھا اور انہوں نے بھی کچھ پوچھنے کے بجائے اسے اپنی آغوش میں پناہ دے دی تھی۔

"ہم آپ کے پاس ہی ہیں بچے۔ کچھ نہیں ہوگا۔" وہ سمجھ گئی تھیں کہ شاید اس نے کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا تھا۔

اس کا سر سہلاتے وہ اسے تسلی دے رہی تھیں۔ بہت دیر بعد اس کی ہچکیاں رکی تھیں، ان کی گود میں ایک سکون سا تھا۔

☆☆☆

صبح وہ بی جان کو پاپا کی کال کا بتانے آیا تو دروازے پر دستک دے کر انتظار کیا جب کوئی آواز نہیں آئی تو آہستہ سے دروازہ کھول کر بی جان کو پکارنا چاہا مگر ان کے بستر پر اس لڑکی کو سوتے دیکھ کر چہرے پر ناگواری چھا گئی۔

اسی وقت بی جان واش روم سے نکلیں۔

"بی جان! پاپا آپ سے بات کرنا چاہ رہے ہیں۔ آپ انہیں کال کرلیں۔" ان کے سر ہلانے پر وہ باہر نکل گیا۔

اس کی آنکھ کھلی تو خود کو بی جان کے کمرے میں پایا، ساتھ رات کا واقعہ یاد آیا تو اسے شرمندگی محسوس ہوئی۔ وہ اس قدر خوف زدہ ہوگئی تھی کہ اسے اس وقت کچھ سجھائی ہی نہیں دیا تھا۔ صبح کے دس بج رہے تھے۔ اتنا تو وہ کبھی نہیں سوئی تھی۔ یونی سے بھی چھٹی ہوگئی تھی۔ منہ ہاتھ دھو کر وہ نیچے آئی تو بی جان لاؤنج میں ہی بیٹھی تھیں۔

"کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟" اس کے سلام کا جواب دیتے ہوئے انہوں نے پوچھا۔

"جی میں اب ٹھیک ہوں۔ سوری کل میری وجہ سے آپ کی نیند خراب ہوئی۔" نگاہیں جھکائے وہ ندامت سے بولی۔

"آپ شاید خواب میں ڈر گئی تھیں۔ آپ کا ہمیں اپنا سمجھنا ہمیں بالکل بھی برا نہیں لگا۔ آپ جب چاہیں ہمارے پاس آ سکتی ہیں ہمیں ہرگز برا نہیں

لگے گا۔" وہ مسکرائیں تو اس کے لبوں پر بھی ممنون سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"نوری سے کہیے آپ کا ناشتہ بنا دیں پھر دوا کھا لیجیے گا۔" ان کا فکر کرنا اسے اچھا لگا تھا، سر ہلاتی وہ اٹھ گئی۔

☆☆☆

چھٹی کا دن تھا اور وہ ایک کتاب ختم کرنے کے بعد کوئی دوسری کتاب لینے کے لیے لائبریری میں داخل ہوئی تو سامنے ہی اس کو پا کر وہ یک دم گھبرا گئی اور وہ جو کتاب شیلف سے نکال رہا تھا دروازے کی آواز پر متوجہ ہو چکا تھا۔

"رک کیوں گئیں آ جائیے۔ یقیناً بی جان نے آپ کو یہاں آنے کی اجازت دے رکھی ہوگی۔"

اس کے سنجیدگی سے کہے جملے پر مجبوراً اسے آگے بڑھنا پڑا ورنہ اسے دیکھ کر یہاں مزید ٹھہرنے کا بالکل بھی دل نہیں چاہ رہا تھا۔ وہ خاموشی سے اسی شیلف کے پاس گئی جہاں وہ کھڑا تھا کیونکہ وہ کتاب وہیں واپس رکھنی تھی۔

"مجھے دیکھ کر جیسے آپ گھبرا جاتی ہیں ویسے تو کوئی مجرم بھی مجھ سے نہیں گھبراتا۔" کتاب شیلف میں رکھتا اس کا ہاتھ کانپ گیا، کتاب گرتے گرتے بچی تھی۔ اس نے جلدی سے کتاب سیٹ کی اور اپنی گھبراہٹ پر قابو پانے کی کوشش کی۔

"ارے دیکھ کر۔ اتنا خوف ناک نہیں ہوں میں۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں آپ سے کیوں گھبراؤں گی۔" ہمت کر کے اس نے آہستہ سے کہا، انداز معمول کے مطابق ہی رکھا ورنہ دل تو بری طرح لرز رہا تھا۔ اس کی سنجیدہ جانچتی نگاہیں اسے ہراساں کرنے کو کافی تھیں۔

"کیا ہم پہلے بھی مل چکے ہیں۔" اس کی آواز پر اس کے مڑتے قدم گویا زمین نے جکڑ لیے تھے۔

"جی نہیں۔" خشک ہوتے ہونٹوں کے ساتھ اسے بولنا پڑا۔ اگرچہ چہرہ اس کی جانب نہیں کیا تھا کہ اس وقت اسے احساس تھا کہ اس کا رنگ اڑ چکا ہوگا جو اس شخص کی عقابی نگاہیں بھانپ جائیں گی۔

"اچھا! لگتا ہے جیسے کہیں دیکھا ہے پر یاد نہیں آ رہا۔" اس کا عجیب سا انداز اسے بولائے دے رہا تھا۔

"پر میں آپ کو نہیں جانتی۔" یہ کہہ کر وہ جلدی سے وہاں سے نکلی تھی۔ سانس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا اور ننھا سا دل سینے میں خاصی رفتار سے دھڑک رہا تھا۔ کمرے میں آ کر بھی وہ کتنی دیر پریشانی سے ٹہلتی رہی تھی۔ اپنے پہچان لیے جانے کا خوف اسے کسی پل چین نہیں لینے دے رہا تھا۔ وہ سب کو کیسے یقین دلا پائے گی کہ اس کا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے، محض مجبوری کے تحت وہ ان کے ساتھ تھی۔

"نہیں اب مجھے نہیں ڈرنا مجھے اپنی گھبراہٹ پر قابو پانا ہوگا۔ وہ مجھے نہیں پہچان سکتا۔" اس نے خود کو یاد کرایا تھا اور یوں بھی اس کی موجودگی میں اس نے اپنا چہرہ ڈھانپ رکھا تھا پھر وہ اسے کیسے پہچان سکتا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اپنے پاؤں پر کلہاڑی نہیں مارے گی، اسے اپنے متعلق تجسس میں مبتلا نہیں کرے گی۔ رات میں وہ پانی لینے کمرے سے نکلی تو لاؤنج میں بیٹھے ریان اور بی جان کی آوازیں سن کر سیڑھیوں کے قریب ہی رک گئی۔

"بی جان مجھے یہ لڑکی ٹھیک نہیں لگتی۔ آپ اس کے متعلق پوری طرح جانتی بھی ہیں؟" ریان کی سنجیدہ آواز پر اس نے بے چینی سے لب کاٹے۔

"آپ یونہی پریشان ہو رہے ہیں۔ ہم ان کی جانب سے پوری طرح مطمئن ہیں۔" بی جان کی آواز سنائی دی۔

"اب وہ وقت نہیں ہے بی جان کہ لوگوں پر آرام سے بھروسا کر لیا جائے۔ آپ مجھے ان لوگوں کا پتا دیں، میں خود معلومات کرتا ہوں۔" ریان بضد تھا۔

"ہم آپ سے کہہ رہے ہیں نا کہ اس کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے کچھ سوچ کر ہی انہیں اپنی سرپرستی میں لیا ہے۔"

digest library.com

''مگر بی جان مجھے یہ ٹھیک نہیں لگ رہا اور پھر ابھی سن کر پریشان ہو رہے تھے، ان کا بھی یہی خیال ہے کہ یوں کسی کو گھر کا فرد بنا لینا ٹھیک نہیں ہے۔''

''ہم ممتاز محل کے مالک ہیں اور ہم اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ کس کو یہاں رہنا چاہیے اور کس کو نہیں۔ بہتر ہوگا کہ کوئی ہمارے معاملات میں نہ بولے۔'' بی جان کا سخت لہجہ ریان کو خاموش کروا گیا تھا۔ اس نے لب بھینچ لیے۔

''اب ہم آپ کے منہ سے ان کے لیے ایسی کوئی بات نہ سنیں۔ نہ ہی آپ کو اپنے والد سے ایسی کوئی بات کرنے کی ضرورت ہے۔ آپ لوگوں کو بھولنا نہیں چاہیے کہ ہم آپ کے بڑے ہیں نہ کہ آپ۔'' اٹل انداز میں کہتی وہ اٹھ گئیں۔

''رات بہت ہو گئی ہے آپ بھی اب جا کر سو جائیے۔'' بی جان کے قدموں کی چاپ سن کر وہ جلدی سے واپس اپنے کمرے میں گھس گئی۔ بی جان کا خود پر اعتماد اس کی آنکھوں میں آنسو لے آیا تھا۔ اسے ان کے اعتماد کو کبھی ٹھیس نہیں پہنچانی تھی۔

اگلے روز وہ لاؤنج میں اپنی کتابیں کھولے بیٹھی تھی جب وہ نیچے آیا تھا۔ ایک ترچھی نگاہ اس پر ڈالی مگر وہ اپنی گھبراہٹ پر کافی حد تک قابو پا چکی تھی سو نارمل رہنے میں کامیاب رہی۔

نوری اس کی آواز سن کر آئی تھی۔ ''غلام بخش سے کہنا میرا سامان گاڑی میں رکھوا دے۔ بی جان کہاں ہیں؟'' ہدایت دیتے خیال آیا تو پوچھ لیا۔

''جی وہ ایک تقریب میں گئی ہیں بس آنے والی ہوں گی۔''

''ہوں، بی جان کا تو خیر آنا جانا لگا رہتا ہے مگر تم لوگ گھر میں ہوتے ہو تو ذرا نظر رکھا کرو۔ آج کل لوگوں کا کچھ پتا نہیں چلتا۔''

اس کی جانب دیکھے بغیر بھی وہ جانتی تھی وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا اور اس کا اشارہ بھی اس کی جانب تھا۔

''ہمارے گھر بھلا آتا ہی کون ہے بھائی جان! ہم تو یوں بھی پرانے ہیں یہاں پر۔'' نوری نا سمجھی سے بولی۔

''پھر بھی گھر کا خیال رکھا کرو اور کوئی مسئلہ ہو تو مجھے فون کر دینا۔''

''ٹھیک ہے بھائی جان۔'' نوری باہر کی جانب بڑھ گئی۔

آہستہ چال چلتا وہ اس کی جانب آیا تھا۔ اس نے ہمت کر کے سر اٹھایا۔

''پھر یاد آیا آپ کو کہ ہم کہاں پر ملے ہیں۔'' اس کی سنجیدہ آنکھیں اس پر مرکوز تھیں۔

''جی نہیں میں آپ سے پہلے کبھی نہیں ملی۔'' لرزتے دل کو سنبھالتے اس نے نارمل انداز میں کہا، لہجہ دھیما تھا۔

''ہو سکتا ہے۔ اگلی ملاقات تک مجھے یاد آجائے۔ یوں بھی اس بار کی ملاقات تو مختصر رہی ہے۔'' اس نے اقصیٰ کی سنہری آنکھوں میں دیکھا تھا۔ اقصیٰ نگاہیں جھکا گئی، اس سے زیادہ وہ اس کی کریدتی، جانچتی نگاہوں کی تاب نہ لا سکی تھی۔

''سی یو سون۔'' آنکھوں پر دھوپ والا چشمہ لگاتا وہ تیز قدموں سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

بی جان کے پوتا اور پوتی کی شادی تھی اور بی جان نے اسے بھی ساتھ چلنے کو کہا تھا۔ یہ سن کر اسے پہلا خیال یہی آیا تھا کہ یقیناً وہاں پر ریان ملک سے سامنا ہوگا جس کی وجہ سے اس کا اس شادی میں جانے کا قطعاً دل نہیں کر رہا تھا مگر وہ بی جان کو انکار نہیں کرنا چاہتی تھی۔ جو اپنائیت کا رشتہ بی جان سے بن گیا تھا اس کے بعد وہ ان کی خواہش کا احترام کرنے پر خود کو مجبور پاتی تھیں۔ اور یہ تو وہ نوری سے سن ہی چکی تھی کہ ریان ملک کی بہن کی شادی اس کے چچا زاد سے ہو رہی تھی یعنی اس سے سامنا ہونا لازمی تھا۔

بی جان خاصی خوش تھیں۔ اسے اپنے ساتھ بازار بھی لے کر گئی تھیں اور اس کے منع کرنے کے

باوجود فینسی اور قیمتی جوڑے اسے لے کر دیئے تھے۔
نوری کو بھی انہوں نے کپڑے لے کر دیئے جو کہ ان کے ساتھ اس شادی میں شریک ہونے کے لیے جا رہی تھی۔ شادی کی تقریبات ہفتے کے آخر میں رکھی گئی تھیں مگر وہ دو دن پہلے جا رہے تھے جس کے لیے اقصیٰ نے یونی سے چھٹیاں لی تھیں۔
گاڑی پر چار گھنٹوں کا سفر کر کے وہ دوسرے شہر پہنچے تھے۔ جدید طرز پر بنا وہ بنگلہ ممتاز محل سے بھی کہیں زیادہ خوب صورت تھا۔ پورچ سے لاؤنج تک جاتے وہ لان اور وہاں کی خوب صورتی کی توصیفی نظروں سے دیکھتی رہ گئی تھی۔
یہ بی جان کے بڑے بیٹے روحیل ملک کا گھر تھا جو کہ ایک بزنس مین تھے۔ ان کی تین اولادیں تھیں ریان، فریحہ اور اذان۔ جبکہ ان کے دوسرے بیٹے ریحان ملک بیرون ملک مقیم تھے جن کے دو بیٹے بلال اور عیان تھے اور جو آج کل شادی کے لیے پاکستان آئے ہوئے تھے۔ اور وہ بھی اسی گھر کی انیکسی میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ اگرچہ کوٹھی کے اندر اچھی خاصی گنجائش تھی کہ وہ رہ پاتے مگر شادی کی وجہ سے انہوں نے انیکسی میں رہنا ہی مناسب خیال کیا تھا جو کہ خاصی کشادہ تھی۔
"یہ لڑکی کون ہے بی جان؟" بیگم روحیل نے اس کی بابت پوچھا۔
"یہ اقصیٰ ہیں۔ ہمارے ساتھ ہی رہتی ہیں، ایم اے کر رہی ہیں۔"
بی جان نے تعارف کروایا جس پر وہ کچھ حیران ہو گئی تھیں۔ پھر فریحہ کے آنے پر خاموش ہو گئیں، بی جان سے مل کر وہ اس کی جانب مڑی تھیں۔
"ارے یہ اتنی پیاری سی لڑکی کون ہے بی جان۔" وہ شرارت سے بولی۔
بی جان نے اس کا تعارف کرایا تو وہ اپنائیت سے ملی۔ پھر کچھ دیر میں اسے اپنے ساتھ کمرے میں لے گئی۔ وہ پرخلوص سی لڑکی تھی جس سے شام تک اس کی اچھی بات چیت ہو گئی تھی۔

رات میں روحیل ملک اور ریحان ملک کو بی جان کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملا تو انہوں نے اقصیٰ کا ذکر چھیڑ دیا، دونوں کو ان کا ایک غیر لڑکی کو گھر کا فرد بنا لینے پر اعتراض تھا جس کی شناخت محض بی جان کی عزیزہ کی جاننے والی کے طور پر سامنے آئی تھی۔
"ہم آپ سے زیادہ سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔" بی جان نے بات ہی ختم کر دی تھی۔

☆☆☆

اگلے روز شام میں وہ ٹیرس پر بیٹھی تھی جب کوئی دھپ کر کے سامنے رکھی کرسی پر آ کر بیٹھا تھا۔ وہ جو فریحہ کا انتظار کر رہی تھی یک دم گھبرا گئی۔
"ارے گھبرایئے مت۔ مجھ سے ملیے میں اذان ملک ہوں اس گھر کا سب سے چھوٹا بیٹا۔" دوستانہ انداز میں بولتا وہ شکل سے لاابالی سا نوجوان لگ رہا تھا۔
"اور آپ یقیناً وہ مس پری ہیں جن کا ذکر میں کل سے سن رہا ہوں۔"
"جی اور آپ کی پری باجی ہیں ..." فریحہ نے پیچھے سے آ کر اس کا کان مروڑا تھا۔
"اوئیں فری آپی! کتنی ظالم ہیں آپ۔" ... [illegible]
"تم پریشان نہ ہونا یہ ہمارے گھر کا واحد ... ہے۔"
"ون اینڈ اونلی۔" اذان نے فرضی کالر کھڑے کیے تو وہ اسے دیکھ کر مسکرا دی۔
"ان کے تو سسرال میں بھی سب ہی سنجیدہ مزاج ہیں، مجھ جیسا زندہ دل انسان آپ کو اس پوری فیملی میں نہیں ملے گا۔"
"ہاں بس تعریفیں کروا لو اس سے اپنی۔ میرے سسرال والے بھی ڈیسنٹ لوگ ہیں۔" فریحہ نے مذاق اڑایا۔ ان دونوں کی نوک جھوک اسے اچھی لگ رہی تھی۔
"مطلب آپ واحد ہی ہوں گی ان میں۔" شرارتی انداز میں بولتے ہوئے اس نے بات ادھوری

digest-library.com

ازی جس پر فریحہ نے اسے گھورا۔

"اور ایک ہمارے بھائی صاحب ہیں ان سے آپ کی ملاقات ہونا باقی ہے۔" اس کے ذکر پر نے گہرا سانس لیا۔ اس کے سامنے ہونے کے ال سے وہ یہاں نہیں آنا چاہ رہی تھی مگر دل میں ارادہ کر کے آئی تھی کہ اس سے دور رہنے کی کوشش نی ہے۔ صد شکر کہ ابھی تک اس سے سامنا نہیں ہوا تھا۔

مگر یہ اس کی خام خیالی تھی کہ اس سے بات کا موقع ہی نہیں ملے گا۔ رات میں اس کی آمد ہوئی تھی اور اگلے روز وہ فریحہ کے ساتھ ناشتہ کرنے آئی تھی جب وہ اٹھ کر کچن میں گئی تو ریان ملک اس کے سامنے والی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔

"خبر نہیں تھی کہ آپ سے دوسری ملاقات یہاں پر ہوگی۔ مگر شاید اسے دوسری نہیں کہہ سکتے۔"

اس کی بات پر اس کا یہاں سے بھاگ جانے کا دل کیا تھا۔ اس کا پرسکون سا انداز، بولتی نگاہیں اور معنی خیز جملے سامنے والے کا سکون ضرور برباد کر دیتے تھے کم از کم افصی جمال کو یہی محسوس ہوا تھا۔

"آپ کو بہن کی شادی مبارک ہو۔" اس نے لہجہ نارمل رکھتے ہوئے کہا۔

"شکریہ، ہوسکتا ہے اس مبارک موقع پر آپ کو میری صورت یاد آ جائے، یوں بھی خواتین کی یادداشت مردوں کے مقابلے میں زیادہ تیز ہوتی ہے۔" اس کے دوبارہ سے بات کا رخ پھیرنے پر وہ اب خاصی زچ ہوئی تھی۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ میری یادداشت بہت اچھی ہے اسی لیے میں آپ کو بتا چکی ہوں کہ ہم کبھی نہیں ملے۔" اس نے ہمت کر کے کہہ دیا تھا، انداز سنجیدہ تھا۔

"میں کیسے مان لوں آج کل لوگ اوپر سے کچھ ہوتے ہیں اور اندر سے کچھ اور۔" اس کے سنجیدگی لینے پر اس کو شدید غصہ آیا تھا۔

"آپ بھی مجھے بی جان کے پوتے نہیں لگتے ان جیسی نفیس خاتون سے آپ کا تعلق ہوسکتا ہے تو عین ممکن ہے کہ آپ مجھ میں کسی اور کی مشابہت تلاش کر رہے ہوں۔ کیونکہ میں آپ سے پہلے ہرگز نہیں ملی۔"

غصے کا شدید ابال تھا جس نے اسے بولنے پر مجبور کیا تھا، پھر وہ وہاں رکی نہیں تھی بلکہ کمرے میں جا کر دم لیا جہاں وہ ٹھہری ہوئی تھی۔ ریان بھی اس کا نیا روپ دیکھ کر اپنی جگہ خاصا حیران ہوا تھا۔ کچھ تھا اس کے متعلق جو اسے تجسس میں مبتلا کر رہا تھا۔

کمرے میں کچھ دیر ٹہلتے رہنے کے بعد اسے احساس ہوا کہ وہ کیا کر آئی تھی۔ مگر وہ افسوس بھی محض چند لمحوں کا تھا۔ اسے بھلا اس سے ڈرنے کی کیا ضرورت تھی۔ ایک تو وہ اسے پہچانتا نہیں تھا دوسرا جب بی جان کو اس پر اعتماد تھا تو اسے گھبرانے اور خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

وہ صرف اس کے پہلے پہل خوف زدہ ہو جانے کی وجہ سے اس پر شک کر رہا تھا جس کا موقع اس نے اسے خود فراہم کیا تھا۔ اور اب اسے اپنی غلطی کو خود ہی سدھارنا تھا تاکہ وہ اس کے ماضی میں نہ جھانک سکے جسے وہ بہت پیچھے چھوڑ آئی تھی۔

☆☆☆

مہندی کی تقریب ایک بڑے ہوٹل کے ہال میں منعقد کی گئی تھی۔ نکاح چونکہ پہلے ہی ہو چکا تھا اس لیے اکٹھے مہندی پر بڑوں کو کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا۔ بی جان کا دلایا جوڑا پہنے وہ وقت پر تیار ہو کر بی جان کے سامنے گئی تو وہ اسے دیکھ کر خوش ہوئیں۔ گرین کلر کی موتیوں کے کام والی شاٹ فراک کے نیچے ہم رنگ کھلا ٹراؤزر اور شاکنگ پنک دوپٹہ سلیقے سے اوڑھے وہ بہت اچھی لگ رہی تھی۔ اپنے خوب صورت لمبے بالوں کو اس نے سیدھی مانگ نکال کر کیچر لگا لیا تھا، پشت پر بکھرے بال کچھ گیلے تھے اسی لیے اس نے انہیں یونہی رہنے دیا تھا۔

اس سادہ سے روپ میں بھی وہ دیکھنے لائق لگ رہی تھی۔ اجلی رنگت پر بڑی بڑی سنہری آنکھیں اور

چہرے پر معصوم سا تاثر اسے دوسروں سے منفرد کرتا تھا۔ بی جان نے اسے لپ اسٹک لگانے کے لیے دی تھی کیونکہ میک اپ کے نام پر اس نے کچھ بھی نہیں لگایا ہوا تھا۔ اس نے کب ایسی تقریبات میں شرکت کی تھی۔ کبھی بچپن کا کوئی واقعہ یاد بھی تھا تو وہ اس وقت اتنی چھوٹی تھی کہ محض یاں کو لپ اسٹک لگاتے ہی دیکھ کر خوش ہو جایا کرتی تھی۔

بی جان کے ساتھ ہی وہ ہال پہنچی تھی۔ روشنیوں کا ایک سیلاب تھا جو وہاں اتر آیا تھا۔ اس کے لیے ایسی کسی تقریب کا حصہ بننا خاصا حیران کن تجربہ تھا۔ ان ساری رونقوں کو دیکھتی وہ بی جان کی ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔ یوں بھی اتنے سارے لوگوں میں وہ اجنبی کی حیثیت رکھتی تھی۔ کچھ خواتین بی جان کے پاس آ بیٹھیں تو وہ ان سے گفتگو میں مصروف ہو گئیں۔

فریحہ کو لانے کے بعد اس کی ساری کزنز اسٹیج پر قبضہ کر کے بیٹھ گئی تھیں۔ جب بلال کو لایا گیا تو اسٹیج پر چڑھنے تک کی جگہ نہیں تھی۔

''چلیں شاباش آپ سب آپیاں باجیاں آگے سے ہٹ جائیں کیونکہ ہمارے دولہا بھائی آ گئے ہیں۔'' اذان نے شوخی سے اپنے سے بڑی ان ساری کزنز سے کہا تھا جو اس کے آپیاں، باجیاں کہنے پر مزید بگڑ گئی تھیں۔

''ننھے شہزادے ہم آپ سے یہی کہہ رہے ہیں کہ آپ اوپر نہیں آ سکتے جب تک دولہا بھائی اپنی جیب نہیں خالی کر لیتے۔'' ایک کزن نے کہا۔

''ارے واہ یونہی جیب خالی کر دیں۔'' اذان نے آنکھیں نکالیں۔ ''چلیں ڈیل کر لیتے ہیں کہیں ہمارے بھائی تنگ نہ جائیں۔'' عیان نے معاملہ سلجھانے کے خیال سے کہا جس پر لڑکیاں خوش ہو گئیں۔

''ڈالرز دیں گے، تب بات بنے گی۔'' وہ بھی پھیل گئیں۔ اذان نے تو خوب شور مچایا مگر کچھ دے دلا کر ہی گلو خلاصی ہوئی۔ اسٹیج پر جگہ ملنے کے بعد وہ اسے ڈھونڈتا ہوا ان کی ٹیبل تک آیا تھا، وہ جو بی جان کی ساتھ بیٹھی تھی اس کے بلانے پر چونکی۔

''آپ یہاں کیا کر رہی ہیں چلیں آ... آپ کی سخت ضرورت ہے۔'' اس کے بچوں کی... کہنے پر حیران ہوئی۔ ''میری بھلا کیا ضرورت پڑ گئی۔''

''کمال ہے ہماری پارٹی کو ضرورت اور آپ کو خبر ہی نہیں آخر آپ کی نئی نویلی دو... شادی ہے چلیں بس جلدی سے۔'' خود ہی... جوڑے وہ مزے سے بولا تو بی جان مسکرا دیں۔

''جایئے بھائی کہہ رہے ہیں تو چلی جا... آپ بھی یہاں بیٹھی بور ہو رہی ہیں۔'' بی جان کے... پر وہ اٹھ کر اس کے ساتھ اسٹیج پر چلی آئی۔

''چلیں بھئی ہماری پارٹی کا ایک اور فرد آ... ہے۔ میں، عیان اور ہماری نئی ممبر اب ہم کوئی پائی نہیں دیں گے۔'' اذان نے انہیں تاؤ دلا... دودھ پلائی کے پیسوں پر بحث کر رہی تھیں۔ وہ... خاموشی سے وہاں کھڑی ہو گئی۔

''شرم کرو لڑکے، تمہاری بہن کی شادی... تم لڑکے والوں کی طرف سے بول رہے...'' میں بچہ اٹھائے ایک کزن نے شرم دلائی... وہاں پرواہ کسے تھی۔

''... تو کیا انہیں اکیلا چھو... دوں تاکہ آپ لوگ لوٹ لیں۔ آپ لوگوں کو تو یہاں فائدہ نظر آئے گا وہیں رشتہ داری بنا لیں گے۔''

''آپ کی خاموش ممبر تو کچھ بول ہی... رہیں۔'' کسی نے توجہ دلائی۔ ''ان کی موجودگی کافی ہے۔'' اذان کی بات پر وہ مسکرا دی مگر دو... لمحے سامنے نظر پڑی تو اس کا چہرہ دیکھ کر وہ... گئی۔ ''لیں پولیس بھی آ گئی۔'' شوخ آوازیں... ساتھ گونجیں۔

''ایس پی صاحب بھتہ خوروں سے بچا... آ کر۔'' اذان کی شرارت پر سبھی محظوظ ہوئے... کے سنجیدہ لبوں پر بھی مسکراہٹ آ ٹھہری۔

کچھ دیر اذان بڑھ چڑھ کر بولتا رہا پھر معا...

digest library.com

ان پر خاصا رش ہو چکا تھا وہ جگہ بناتی بمشکل
بی جان کے پاس پہنچی تھی۔ تب ہی ریان ملک
ان کے پاس آ کھڑا ہوا۔
"وہ آپ کا دوست عباس اور ان کی فیملی نہیں
آئے، بارات پر تو آئیں گے نا۔"
بی جان کے استفسار پر اس کا گویا سانس رکا تھا۔
اپنے تاثرات پر قابو پاتے ہوئے اس نے نا
اس انداز میں اپنا رخ موڑا جیسے وہ اطراف میں
ہجوم کو دیکھنے میں مگن ہو۔
"آنٹی انکل تو عمرے کے بعد کینیڈا چلے گئے
ابھی تک واپسی نہیں ہوئی، فون آیا تھا معذرت کر
رہے تھے۔ مشعل بھی دبئی شفٹ ہو گئی ہے۔ البتہ
عباس آئے گا۔"
ریان کے جواب پر بی جان نے سر ہلایا تو وہ
مڑ گیا۔ اقصیٰ کے کہنے ہوئے دل کو کچھ تسلی
یہ اس کے لیے غیبی مدد ہی تھی کہ وہ لوگ ملک
سے باہر تھے اور جہاں تک عباس کی بات تھی تو چونکہ
اس تقریب میں مردوں کا الگ پورشن تھا تو یقیناً
باقی تقریبات بھی یونہی ہوں گی اور یہ سوچ کر اس
نے خود کو پرسکون کیا۔

☆☆☆

نیلے رنگ کی لمبی کامدار فراک پہنے، بالوں کا
خوبصورت جوڑا جو کہ فریحہ کی ایک کزن لاریب
نے زبردستی بنا دیا تھا، وہ بہت اچھی اور مختلف لگ رہی
تھی۔ میک اپ کے نام پر آج بھی اس نے لپ
اسٹک ہی لگا رکھی تھی اور اس کی وجہ وقت کی کمی تھی،
اگر بیوٹی تنگ نہ کرتی تو وہ اس کا میک اپ بھی
کر دیتی۔
ہال میں وہ بی جان کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔
"یہ فہمیدہ یہاں کیا کر رہی ہیں۔" بی جان نے
اس عورت کو دور سے دیکھ کر اپنی بڑی بہو سے
سوال کیا۔ لہجے میں واضح ناپسندیدگی تھی۔
"بی جان! وہ روحیل کا کہنا تھا کہ اب پرانی
ناراضیوں کو بھلا دینا چاہیے اسی لیے انہیں بھی بلا لیا۔"
وہ جھجک کر بولیں۔
"جو بیج بویا جاتا ہے وہی کاٹا جاتا ہے اور پھر
بھول گئے کتنا فساد کھڑا کیا تھا انہوں نے اور ان کی
والدہ نے۔" بی جان کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔
"جی بی جان! مگر ہیں تو وہ روحیل کی پھوپھی
نا اور پھر فہمیدہ کے میاں کی زمینوں کے ساتھ ہماری
زمینیں جڑی ہیں، واسطہ تو پڑتا ہی ہے۔"
بی جان نے لب بھینچ لیے۔ کچھ دیر بعد وہ
خاتون قریب آئیں تو بی جان کو دیکھ کر اس جانب آ
گئیں۔ اور اس وقت اقصیٰ نے بی جان کے چہرے کو
سرخ پڑتے دیکھا تھا البتہ وہ اپنے تاثرات پر قابو پا
چکی تھیں۔
"بی جان کیسی ہیں آپ۔ آپ سے ملاقات
ہوئے تو ایک عرصہ ہو گیا۔"
"ہم ٹھیک ہیں۔" ان کا لہجہ کسی بھی اپنائیت
سے محروم تھا۔
"مبارک ہو آپ کو پوتا پوتی کی شادی کی۔" وہ
خوامخواہ مسکرائیں۔
"خیر مبارک۔ آپ نے بھی بڑا حوصلہ کیا
جو پچھلی باتوں کے باوجود چلی آئیں۔" بی جان کے
کہنے پر وہ ہنسیں۔
"بس بی جان ماموں کا خیال آ گیا۔ وہ تو چلے
گئے اب ہم کیا لڑائیاں ڈالے بیٹھے رہتے۔"
"بہت جلدی خیال آ گیا آپ کو۔" کچھ تھا بی
جان کے لہجے میں جو سمجھ کر وہ چبھتے ہوئے لہجے میں
بولیں۔
"اب ماموں جیسی قسم تو نہ کھائی تھی کہ رشتہ ہی
توڑ بیٹھے۔"
"جائیے کھانا لگ گیا ہے۔ کھانا کھائیے۔
مہمان ہمارے ہاں سے کھانا کھائے بغیر جائیں،
ہمیں پسند نہیں۔"
بی جان نے اپنے مخصوص شاہانہ لہجے میں کہا
البتہ ان کے چہرے پر غصے کی لکیریں اب واضح ہو

چکی تھیں جس کو اقصی نے پوری طرح محسوس کیا تھا۔ دور جاتی ان خاتون کی پشت کو اس نے غور سے دیکھا تھا وہ اسے کچھ عجیب لگی تھیں۔

☆☆☆

ویسے کا فنکشن رات کا تھا اور بی جان نے اس کے لیے پیچ کلر کا جوڑا بنوایا تھا۔ بالوں کو اس نے چٹیا میں باندھ لیا تھا جبکہ آج لاریب نے اس کا ہلکا سا میک اپ کر دیا تھا جس سے اس کے نقوش مزید نکھر گئے تھے۔ وہ تیار ہو کر تیزی سے کمرے سے نکلی تو سامنے سے آتے ریان ملک سے ٹکراتے ٹکراتے بچی۔

"دیکھ کر چلیے ورنہ آپ نقصان کرا بیٹھیں گی۔" اپنے مخصوص سنجیدہ لہجے میں وہ اس سے مخاطب ہوا۔ اس دن کے بعد آج وہ اس سے ہمکلام ہوا تھا۔

"ویسے خاصی گھل مل گئی ہیں آپ سب سے۔" وہ جو قدم بڑھانے لگی تھی۔ رک گئی۔ اس کے کھوجتے رویے سے چڑ ہو گئی تھی اسے۔

"آپ کو اعتراض ہے کوئی تو بی جان سے بات کریں کیونکہ وہی مجھے اپنے ساتھ لائی ہیں۔" بی جان کے بل پر وہ اسے جواب تو دے ہی سکتی تھی سو اس نے بھی کیا۔

"خدا کرے کہ بی جان سے بات کرنے کی نوبت نہ ہی آئے۔"

"آپ کا مسئلہ یہ ہے کہ آپ سب کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اب اگر آپ نے مجھ سے ایسی کوئی بات کی تو میں بی جان سے آپ کی شکایت کر دوں گی۔" اس نے اسے دھمکایا تھا اور تیزی سے سائیڈ سے نکل گئی تھی۔

"ضرور۔" زیرلب بولتا وہ آگے بڑھ گیا۔

کتنی دیر وہ اس کے جملے یاد کر کے کڑھتی رہی تھی آخر وہ اس کا پیچھا چھوڑ کیوں نہیں دیتا تھا۔

"کیا نام ہے آپ کا۔" وہ کھانا لے کر پلٹ رہی تھی کہ فہمیدہ نے اسے روک لیا۔

"پڑھتی ہیں آپ؟" وہ انہیں بتا کر بڑھنے لگی تھی کہ انہوں نے سلسلہ کلام آگے بڑھایا۔ "بی بتا رہی تھیں کہ آپ پڑھ رہی ہو۔"

"جی میں ایم اے کر رہی ہوں۔"

"بہت اچھی بات ہے، میری بیٹی کو بھی پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ کہتی ہے بھائی کی طرح باہر سے کر آؤں گی۔"

ان کی میٹھی نظروں سے وہ الجھن کا شکار ہوئی تھی۔

"میرا بیٹا یو کے سے پڑھ کر آیا ہے۔ اب اپنے ابا کا کاروبار سنبھالے گا۔"

"جی اچھی بات ہے۔" بھلا اس کا کیا لینا دینا تھا جو کوئی تبصرہ کرتی۔ بی جان کے کام کا بتا کر وہ آگے بڑھ گئی۔

بی جان ایک رشتہ دار خاتون سے محو گفتگو تھیں جب فہمیدہ سلام کرتی دوسری کرسی پر آ بیٹھیں۔ وہ خاتون اٹھ کر چلی گئیں تو فہمیدہ کو بولنے کا موقع ملا حالانکہ بی جان انہیں لفٹ کرانے کے موڈ میں نہیں تھیں۔

اتنے میں رافیہ بھی انہیں ڈھونڈتی ہوئی آ بیٹھیں۔

"بی جان! آپ کا قیام مزید کتنے روز کا ہے؟"

"بس کل ہماری روانگی ہے ہم مزید نہیں رک سکیں گے۔"

"کتنی جلدی جا رہی ہیں بی جان، ہمیں بھی اپنی خدمت کا کچھ موقع دیں۔" فہمیدہ بولیں۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں فہمیدہ! میں بھی آپ کو آنے کی دعوت دینا چاہ رہی تھی۔"

"اس بار تو مشکل ہے پھر کبھی سہی۔" بی جان نے معذرت کی۔

"یہ بچی جو آپ کے ساتھ ہے، اس کی کہیں بات وات ہوئی ہے۔" رافیہ کے پوچھنے پر اٹھ کر جاتی فہمیدہ واپس بیٹھ گئیں۔

"نہیں، ابھی تک تو ایسا کوئی سلسلہ نہیں۔" بی جان کے کہنے پر وہ خوش ہو گئیں۔

digest library.com

"کہیں آپ اپنے ظہیر کے لیے تو نہیں پوچھ رہیں۔" فہمیدہ ان کا اشتیاق بھانپ گئی تھیں۔
"اتنی اچھی لڑکی ہے، صورت اور سیرت دونوں خوب ہے کوئی بھی پوچھ سکتا ہے۔" وہ ہلکے پھلکے لہجے میں بولیں۔
"صورت کا کیا ہے، ہم تو یہ جانتے ہیں کہ خاندان کی بڑی دیکھی جاتی ہے، خاندان اور نسل کے بغیر شکل و عقل کا کیا کرنا۔" فہمیدہ کا انداز طنزیہ تھا، بی جان کے چہرے پر ناگواری پھیلی۔
"اور پھر بی جان نے ترس کھا کر لڑکی کو رکھ لیا تو انہوں نے رشتہ ہی ڈال دیا۔ بڑی بھولی ہو تم بھی رافیہ۔ کم از کم ماں باپ اور شجرہ نسب تو پوچھ لیتیں۔ اس لائق بھی یا......"
"بہتر یہی ہوگا فہمیدہ کہ آپ ان کے بارے میں بات کرنے سے گریز کریں۔ رہی بات خاندان کی تو وہ بہت اچھے خاندان سے ہیں اور ہمارے لیے ہماری بیٹی ہیں اور ان کی یہ حیثیت آپ سب کو یاد رکھنی ہے۔" بی جان نے تحمل سے کہا۔
ان کی میز کے قریب آتی اقصیٰ باتیں سنتی وہیں رک گئی تھی۔ اور بی جان کے جواب نے اس کی آنکھوں میں آنسو بھر دیے تھے۔
"رہنے دیں بی جان، جو رشتہ آپ کے پاس نہیں اسے خود سے بنانے کی کوشش نہ کریں۔ آپ کے کہہ دینے سے کوئی اس لڑکی کو آپ کی بیٹی نہیں مان لے گا۔ اگر اس کا خاندان اتنا ہی اعلا ہے تو بتائیے نا اس کے بارے میں ہم بھی تو سنیں۔" فہمیدہ کا انداز چبھتا ہوا تھا۔
"ہمیں آپ کو تفصیلات بتانے کی ضرورت نہیں ہے۔" بی جان نے ناگواری سے کہا۔
"مطلب آپ صاف پہلو تہی کر رہی ہیں۔" اس میز پر ہوتی گرما گرمی کی خبر بیگم روحیل تک پہنچی تھی وہ تیزی سے وہاں تک آئیں۔
"آپ لوگ کیا بحث لے کر بیٹھ گئے ہیں وہ بھی لڑکی کے لیے۔" انہوں نے معاملہ رفع دفع کرنا چاہا۔
"پرائی کہاں رہی بی جان اسے اپنی بیٹی قرار دے رہی ہیں تو پھر بتائیے نا بی جان کس خاندان سے ہے آخر رافیہ کو بھی تو جاننے میں دلچسپی ہوگی نا۔"
فہمیدہ کسی طرح خاموش نہیں ہو رہی تھیں اور ان کا انداز اور الفاظ بی جان کو غصہ دلا رہے تھے۔ اقصیٰ لب کاٹتی بت کی مانند ایک جگہ جم کر کھڑی تھی۔
اس وقت کسی کام سے ماں کو تلاش کرتا ریان ملک قریب آیا تھا مگر وہاں ہوتی گرما گرمی پر ماں کو مخاطب کرنا بھول گیا۔
"لیں لڑکی بھی آگئی بتائیے بی جان! اس کا شجرہ نسب۔ ہمارے خاندانوں میں بھلا چھوٹی ذات والوں سے رشتہ جوڑنے کا رواج کب ہے۔" ان کا انداز سراسر تذلیل کرنے والا تھا اور بی جان کے چہرے پر پھیلا غصہ اور ان کی خاموشی انہیں شاید مزا دے رہی تھی جو وہ خاموش ہونے کا نام نہیں لے رہی تھیں۔ اقصیٰ کا سر جھک گیا تھا۔
"خاندان تو بی جان ضروری ہوتا ہے آپ بتا دیں تو اچھا ہے۔" رافیہ منمنائیں، انہیں بہرحال بی جان کا لحاظ تھا۔
"کوئی خاندان ہے بھی یا......"
فہمیدہ کی ادھوری بات پر بی جان کو گویا آگ ہی لگ گئی تھی۔
"شرم آنی چاہیے آپ کو ایسی گری ہوئی بات کرنے پر اور جہاں تک خاندان کی بات ہے تو نا صرف ان کا خون اچھا ہے بلکہ یہ نیک ماں باپ کی اولاد ہیں۔ خاندان کے نام کے پیچھے چھپے منافقوں کی اولاد نہیں ہیں یہ اور آج ہم سب کے سامنے کہہ رہے ہیں کہ یہ ہماری بیٹی ہیں اور ان کی حیثیت یہ ہے کہ ہم ان کی شادی اپنے اس پوتے سے بھی کر سکتے ہیں۔"
بھڑک کر کہتے ہوئے بی جان نے سامنے کھڑے ریان کی جانب اشارہ کیا تھا۔ جو محض خاموش کھڑا تھا اور اپنے لیے بی جان کی بات سنتی

digest library.com

اقصیٰ کی آنکھوں میں مچلتے آنسو بہنا بھول گئے تھے۔ جبکہ بیگم روحیل جز بز ہو کر رہ گئی تھیں۔

"مبارک ہو تمہیں تو بھول گئی اور ہماری مہمان نوازی بھی بی جان نے خوب کر لی۔" فہمیدہ آگ لگانے کے بعد اٹھ کر چل دیں۔

ولیمے کے بعد روحیل ملک اور ریحان ملک کو اس گرما گرمی کی خبر ہوئی تو وہ بی جان کے پاس آئے۔

"بی جان اس اجنبی لڑکی کے لیے بات بڑھانے کی کیا ضرورت تھی۔ برسوں بعد تو ہمارے تعلقات میں سدھار آیا تھا۔"

"بی جان یہ مصلحت کا تقاضا تھا۔" ریحان ملک کو بھی بولنا پڑا۔

"آپ اپنے تقاضے نبھایئے اور ہمیں اپنے نبھانے دیجیے۔"

"مگر بی جان یوں اس لڑکی کے لیے لڑائی کر لینا ٹھیک نہیں تھا۔"

"مجھے اچھا تو نہیں لگ رہا اس معاملے میں بولنا مگر بی جان حق بجانب ہیں۔ فہمیدہ آنٹی کو کوئی حق نہیں تھا کہ وہ ایک لڑکی کی تذلیل کرتیں۔ کسی بھی لڑکی کی عزت کو یوں اچھالنا انہیں زیب نہیں دیتا۔ پھر اور کچھ نہیں تو بی جان کی حیثیت اور مرتبے کا ہی لحاظ کر لیتیں اور معاف کیجیے گا ہم بھی بی جان سے ایسا سوال کرنے کا حق نہیں رکھتے۔"

ریان نرم لہجے میں احترام سے بولا اور کمرے میں بیٹھی اقصیٰ اس کی باتیں سنتی حیران رہ گئی تھی۔ اس سے ایسے الفاظ کی توقع کب تھی اسے۔

بی جان نے محبت سے اپنے پوتے کو دیکھا جبکہ روحیل ملک اور ریحان ملک کچھ خفیف سے ہو گئے تھے۔

☆☆☆

ولیمے سے اگلے روز وہ واپس آ گئے تھے۔ اس کی یونی ورسٹی پھر سے شروع ہو گئی تھی اور بی جان سے اس کی اپنائیت اور وابستگی کچھ اور بڑھ گئی تھی۔

اس روز بھی وہ یونی سے آ کر بی جان کو ... کرتی لائبریری تک آ گئی تھی مگر وہاں بی جان کو ... ہوش دیکھ کر اس کی گویا جان پر بن آئی، اپنی ... پر قابو پاتی وہ باہر بھاگی، پھر وہ لوگ جلد ہی ... ہسپتال لے گئے تھے۔ بی جان کو انجائنا کا ... تھا اور اماں سکینہ کی ہدایت پر اس نے ریان ملک ... کی تھی تاکہ وہ روحیل ملک اور ریحان ملک تک ... پہنچا دے۔ اور یہ خبر سننے کی دیر تھی وہ کچھ ... ہسپتال پہنچ گیا تھا۔

وہ راہداری میں جائے نماز بچھائے نوافل ... رہی تھی جب وہ اس کے قریب پڑی کرسی پر بیٹھ ... وہ خود اصرار کر کے یہاں رکی تھی۔ اماں سکینہ کو اس ... گھر بھیج دیا تھا اور نوری کو بھی آنے سے منع کر دیا ... وہ بی جان کے پاس رکنا چاہتی تھی۔

"اب کیسی ہیں بی جان؟" اس کے ... پھیرنے پر اس نے پوچھا۔ لہجے میں فکر مندی تھی۔

"ڈاکٹرز کہہ رہے ہیں کہ وہ اب بہتر ... آپ صبح ڈاکٹرز سے مل لیجیے گا۔ بی جان ابھی ... آور گولیوں کے زیر اثر سو رہی ہیں۔" جائے نماز ... ہوئے اس نے بتایا۔

"آپ آرام سے گھر چلی جائیں، میں ... بی جان کے پاس۔"

اس نے جھجکتے ہوئے کہا تو وہ کچھ کہتے کہتے ... گیا۔ پھر بی جان کے کمرے کا دروازہ کھول کر ... چلا گیا۔ وہ اندر جانے کا سوچ رہی تھی۔ جب وہ ... دیر کے بعد باہر نکل آیا اور خدا حافظ کہتا لمبے لمبے ... بھرتا آگے بڑھ گیا۔ اس کی پشت کو دیکھتی وہ کمرے ... میں گھس گئی۔

ڈاکٹر کے انتظار میں وہ راہداری میں ٹہل ... جس سے اس کی بے چینی ظاہر ہو رہی تھی۔ اقصیٰ ... مرتبہ کمرے سے جھانک کر اسے دیکھ چکی تھی ... آتے جاتے اس کی نگاہ باہر بھٹک جاتی۔

وہ ڈاکٹر سے مل کر آیا تو بی جان جاگ ... تھیں۔ اس پر نگاہ پڑتے ہی شفیق مسکراہٹ ...

ے پر پھیلی۔

"اب ہم ٹھیک ہیں آپ دونوں بھی پریشان نہ ہوئیے۔" ریان کی نگاہ بی جان کے دوسری جانب کھڑی اقصیٰ سے ملی تو وہ نگاہ جھکا گئی۔

"انجائنا کا اٹیک ہوا ہے بی جان!، یہ چھوٹی بات نہیں ہے۔ اگر کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتایئے آخر ہم کس لیے ہیں۔" اس کے نرم لہجے میں محبت تھی۔

"ایسی کوئی بات ہوئی تو آپ سے ضرور کہیں گے۔"

بی جان نے جواباً کہا تو اس نے محبت سے ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"آپ ہمیں بہت عزیز ہیں بی جان۔" اس کے چہرے پر پھیلی نرمی کتنی بھلی لگ رہی تھی۔ اقصیٰ نے اس کے بدلے ہوئے روپ کو بغور دیکھا۔ ایسے میں ریان نے اس کی جانب دیکھا تو وہ نادم سی نگاہ پھیر گئی۔

شام تک روحیل ملک اور ریحان ملک بھی فیملیز سمیت پہنچ گئے تھے۔ سب کا ہی اصرار تھا کہ بی جان ان کے ساتھ چلیں مگر بی جان یہ ماننے کو تیار نہ تھیں۔ کچھ دن ہسپتال میں رہنے کے بعد بی جان گھر منتقل ہو گئیں اور اس سارے عرصے میں وہ بی جان کے ساتھ ہی رہی تھی۔

ان کے گھر آنے کے دوسرے دن ان کی بہو بیٹے واپس چلے گئے تھے۔ ریان بیچ میں گیا تھا اور کام نمٹا کر واپس آ گیا تھا اسے بی جان کی بہت فکر تھی۔

"کہا نا کہ اب ہم ٹھیک ہیں۔" وہ اندر آئی تو بی جان ریان سے مخاطب تھیں۔

"آپ اب اپنی ڈیوٹی پر جایئے، زیادہ چھٹیاں مت کریں اور آپ بھی کل سے یونی ورسٹی جائیں گی آپ کی پڑھائی کا حرج ہو رہا ہے۔" اس پر نظر پڑتے ہی بی جان نے کہا۔

"مگر بی جان۔" اس نے بولنے کی کوشش کی مگر بی جان کچھ سننے کے موڈ میں نہیں تھیں۔ ہاتھ اٹھا کر اسے خاموش کرا دیا۔

"ہم نے کہہ دیا نا، اب کوئی بات نہیں ہو گی۔"

"جی۔" اس نے سر ہلایا۔ اگلے روز وہ یونی کے لیے تیار ہو کر ناشتے کی میز پر پہنچی تو وہ اپنا سامان گاڑی میں رکھوا رہا تھا۔ پھر اس کے پاس آ کر رکا تو وہ اس کی جانب دیکھنے پر مجبور ہوئی۔

"میں بی جان کا خیال رکھوں گی۔ آپ بے فکر ہو کے جایئے۔" اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اس نے کہہ دیا۔ اسے اس کی پریشانی کا احساس تھا۔

"وہ تو آپ رکھتی ہی ہیں اور یقیناً رکھیں گی۔ میں بس یہ چاہتا ہوں کہ آپ بی جان کی طبیعت کا مجھے بتاتی رہیے گا۔ ان کی ذرا سی بھی طبیعت خراب ہو تو مجھے فوراً فون کیجیے گا۔"

اس کے سر ہلانے پر وہ جانے لگا پھر کچھ یاد آنے پر مڑا۔

"بی جان نے آپ سے کسی پریشانی کا ذکر کیا کبھی؟"

"نہیں ایسا تو کچھ نہیں کہا انہوں نے۔"

"ٹھیک ہے اگر کوئی بات ہو تو مجھے بتایئے گا۔"

"جی ضرور۔" اس نے ہامی بھری۔ اس کے جانے کے بعد وہ اس کی بات کے متعلق سوچتی رہی۔

"بی جان کو کیا پریشانی ہو سکتی ہے۔" وہ سوچ رہی تھی جب ناشتہ رکھتی نوری بول پڑی۔

"ریان بھائی کا تو جانے کا دل نہیں تھا۔ پر کیا کریں مجبوری ہے ان کی۔ پر مانیں نہ مانیں یہ جو فہمیدہ بیگم ہیں نا یہی فساد کی اصل جڑ ہیں۔ ان کی ماں بھی ہمیشہ بی جان کو پریشان ہی کرتی تھی اور اب بھی شادی پر آ کر بی جان کو تنگ کر کے گئی ہیں۔ ہماری بی جان کو تو بس نظر ہی لگ گئی ہے۔" نوری کی کہی آخری بات پر وہ مسکرائی اور ناشتہ کرنے لگی۔

☆☆☆

بی جان کی طبیعت کافی بہتر تھی۔ اب وہ پڑھائی کے بعد زیادہ وقت بی جان کے ساتھ ہی گزارتی تھی۔ چھٹی والے دن اپنے ہاتھ سے ان کے لیے کھانا بھی بناتی تھی۔ ریان سے بھی اکثر اس کی بات

ہوتی رہتی۔ بی جان کے لیے وہ خاصا حساس تھا اور یہ بات اسے بی جان کی بیماری کے بعد معلوم ہوئی تھی۔

زندگی بہت اچھی گزر رہی تھی کہ ایک روز اس کے سامنے وہ چہرہ آ گیا جسے وہ کبھی دیکھنا نہیں چاہتی تھی۔ شہزاد کو دیکھ کر وہ سانس لینا بھول گئی تھی۔ یونی سے واپسی پر گھر کے قریب اس نے اسے دیکھا تھا برا ہوا جو وہ بھی اسے دیکھ چکا تھا۔ گاڑی کے گیراج میں اترتے ہی وہ کانپتی ٹانگوں سے نیچے اتری تھی۔ مڑ کر دیکھا تو بند ہوتے گیٹ کے پار اس کا وہم نہیں بلکہ حقیقتاً شہزاد ہی تھا۔ اس کی نگاہوں سے گھبرائی وہ بے جان قدموں سے اندر آئی تھی۔ زندگی کے جس حصے کو وہ خواب سمجھ کر بھلا چکی تھی، اب وہ بھیانک حقیقت بن کر اس کے سامنے کھڑا تھا۔

اب کیا ہوگا؟ کا سوالیہ نشان اس کے ذہن پر عذاب بن کر اترا تھا۔ بی جان کے سامنے اس نے بمشکل خود کو سنبھالا تھا۔ اگلے روز وہ اسے کہیں نظر نہیں آیا تو وہ کچھ پر سکون ہوئی تھی مگر تیسرے روز اسے یونی ورسٹی کے باہر کھڑا دیکھ کر اس کی روح فنا ہوئی تھی۔

"بہت اونچا ہاتھ مار لیا ہے۔" وہ اس کے قریب آیا تھا۔

"مجھ سے دور رہو، تمہارے حق میں یہی بہتر ہے۔" لوگوں کی موجودگی کا فائدہ اٹھاتے اقصیٰ نے اسے دھمکایا۔ اور گاڑی کی جانب بڑھ گئی۔ مگر دل بری طرح لرز رہا تھا۔ گھر آ کر بھی سکون نہیں مل رہا تھا۔ شام تک اسے خبر ہوگئی کہ شہزاد سامنے والوں کے ہاں ملازم تھا یعنی ایک اور چوری اور ان کا کام ہی کیا تھا۔ پریشانی نے اس کی بھوک پیاس اڑا دی تھی۔ بی جان بھی اس کی طبیعت کا پوچھ چکی تھی۔ کاش وہ انہیں کچھ بتا سکتی۔ اگر وہ انہیں بتاتی تو اس کی کیا عزت رہ جاتی یہی سوچ کر وہ چپ رہی۔

پتا نہیں کیسے اس نے اس کا نمبر بھی حاصل کر لیا تھا اور فون کر کے اسے ڈرانے لگا تھا۔ "بس تیاری کر لو اب کوچ کرنے کی۔ تمہیں تو میں ساتھ لے کر ہی جاؤں گا۔"

اس کے میسجز نے اس کی راتوں کی نیندیں [illegible] رکھی تھیں۔ طبیعت کا بہانا کر کے دو دن یونی [illegible] چھٹی کر لی تھی مگر کب تک تیسرے روز اسے جانا پڑا تھا اور واپسی پر وہ یونی کے باہر کھڑا اسے ہراساں کر رہا تھا۔

ایک شام ریان ملک، بی جان سے ملنے کے لیے آ گیا۔ وہ لاؤنج میں کتابیں کھولے بیٹھی تھی۔ بی جان نماز پڑھنے گئی تھیں۔ ریان کے کھنکھار نے پر وہ [illegible] طرح چونکی۔

"آپ......"

"کیسی ہیں آپ اور بی جان کہاں ہیں۔" اس نے سوال کیا۔

"نماز پڑھ رہی ہیں۔"

"طبیعت ٹھیک ہے آپ کی؟" وہ اسے خاصی کمزور لگ رہی تھی۔

"جی ٹھیک ہوں۔" غائب دماغی سے بولی کتابیں الٹ پلٹ کرنے لگی۔ اسی وقت بی جان آ گئیں تو وہ باتوں میں لگ گئے۔

رات میں دل گھبرایا تو وہ باہر لان میں [illegible] [illegible] جب یک دم اسے سامنے دیکھ کر [illegible] گئی۔

"آپ کو میرے آنے کی خبر نہیں ہوئی۔"

"میں اپنے دھیان میں تھی۔" وہ ہاتھ [illegible] ہوئے بولی۔ موسم بدل رہا تھا اور ہوا میں خنکی تھی۔

"دوسروں کا خیال رکھنا اچھی بات ہے مگر اپنا خیال بھی انسان کو خود رکھنا پڑتا ہے۔" اس نے اس کے سنجیدہ چہرے کو دیکھا۔

کیا اسے اس کی فکر تھی۔ کیوں ہو رہا تھا وہ اس [illegible] مہربان۔

"کیا میں اس پر اعتبار کر سکتی ہوں۔" دل [illegible] اٹھتی آوازوں کو اس کی آواز نے روکا۔

"بی جان کو آپ کی بہت فکر ہے۔"

تو بی جان کی وجہ سے وہ ایسا کہہ رہا تھا۔

digest library.com

...نی سے جانے کے لیے آگے بڑھی تو اس کی بات
...قدم روکے۔
"کوئی مسئلہ ہے تو بتایئے۔"
"بی جان کو میری وجہ سے کوئی پریشانی نہیں ہو
...۔" وہ مڑی تھی۔
"مجھے لگا آپ کچھ کہنا چاہتی ہوں۔"
"مجھے کچھ نہیں کہنا۔" گہرا سانس لیتی وہ مڑ
...۔ وہ بھلا اس کا کون تھا جو وہ اسے اپنی پریشانی
...حصہ دار بناتی، ہوسکتا ہے یہ بات سن کر وہ اسے
...مجرم ٹھہراتا۔

اگلی صبح وہ واپس چلا گیا تھا۔ مگر پورا ہفتہ اس کا
...شانی میں ہی گزرا تھا۔ شہزاد نے اس کی ناک میں
...ر رکھا تھا۔ وہ اسے روز باور کراتا تھا کہ وہ اسے
...ہاں رہنے نہیں دے گا۔

اس رات وہ پڑھنے کی کوشش کر رہی تھی نیند تو
...ں بھی کم ہی آتی تھی۔ موبائل بجنے پر اس نے دیکھا
...کیدار کی کال تھی۔ اس کے اٹھانے پر فون بند ہو گیا۔
اس نے نمبر ملایا مگر اٹھایا نہیں گیا تو کچھ سوچ کر وہ
...رے سے نکلی۔ بی جان کے کمرے میں جھانکا تو وہ
...از پڑھ رہی تھیں۔ وہ سیڑھیاں اترتی نیچے آ گئی۔

باہر جھانکا تو چوکیدار گیٹ کے پاس کرسی پر بیٹھا
...ر آیا۔ وہ آگے بڑھ آئی۔ قریب پہنچنے پر اسے دھچکا
...چوکیدار کرسی پر بے ہوش پڑا تھا اسے کچھ غلط ہونے
...احساس ہوا مگر دیر ہو چکی تھی وہ مڑی تو سامنے شہزاد
...ا مسکرا رہا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ بول پاتی
...س نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے باہر کھینچ لیا۔

"مجھے چھوڑو۔" گیٹ سے نکلتے ہی اس نے
...امت کی مگر اسی وقت قریب کھڑی گاڑی کا دروازہ
...ا اور راشدہ تائی کا چہرہ نظر آیا۔ لمحوں کا کھیل تھا اس
... بولنے سے بھی پہلے انہوں نے اسے اندر کھینچ لیا
...تھا۔

☆☆☆

کس نے اسے کیا کہا تھا اسے کچھ ہوش نہیں تھا
...تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ یہ اس کے ساتھ کیا ہو
گیا تھا۔ وہ خاموش تھی اور چھوٹے سے گھر کو دیکھ رہی
تھی جس میں اسے لایا گیا تھا۔ وہ سب نکلنے کی تیاری
کر رہے تھے اور وہ چپ بیٹھی تھی۔

پھر راشدہ تائی نے اس کا ہاتھ پکڑا تھا اور وہ
گاڑی میں بیٹھ گئے۔ ٹرین اسٹیشن پر وہ رکے تھے۔
ٹرین کے آنے کا انتظار کرتے وہ بینچ پر بیٹھ گئے۔ فری
اس کے قریب آ بیٹھی۔

"ویسے اچھا نہیں ہوا تمہارے ساتھ، اپنی
طرف سے تو تم اپنی جان چھڑا چکی تھیں ہم سے۔"
اس نے گویا مزا لیا۔

"بس پہنچتے ہی جب شہزاد سے نکاح ہوگا تو خود
ہی سمجھ میں آ جائے گا کہ یہی اس کی اصل جگہ ہے۔"
جواب راشدہ تائی کی جانب سے آیا تھا۔

"مبارک ہو۔" فری ہنسی تھی اور اس نے بے
بسی سے سر جھکایا تھا۔ تو یہی اس کی قسمت تھی۔ ٹرین
کی آواز آنا شروع ہو گئی تھی۔ اور اس کے اندر ایک
جنگ جاری تھی۔

☆☆☆

گھر کے قریب گاڑی روکتے ہی اسے غیر
معمولی پن کا احساس ہوا تھا۔ چند لمحے ہی لگے تھے
اسے سمجھنے میں۔ گیٹ کھلا ہوا تھا اور اندر داخل ہوتے
ہی اس کی نظر بے ہوش پڑے چوکیدار پر پڑی تھی۔
اس کی نبض دیکھ کر وہ تیزی سے اندر کی جانب بڑھا
تھا۔ بی جان کو اپنے کمرے میں صحیح سلامت دیکھ کر
اس کی بے چینی کو قرار آیا۔ بی جان رات کے وقت
اچانک اسے دیکھ کر حیران تھیں۔ ان کو صورت حال
سمجھاتا وہ دوبارہ نیچے آیا۔ بی جان نے سرونٹ کوارٹر
سے غلام بخش، سکینہ بی اور نوری کو بھی بلا لیا تھا۔

"اقصیٰ کہاں ہیں؟" ریان چوکیدار کو ہوش میں
لانے کی کوشش کر رہا تھا ایسے میں لاؤنج کے صوفے
پر بیٹھی بی جان کو خیال آیا۔ نوری ان کی ہدایت پر اقصیٰ
کو دیکھنے چلی گئی۔ کچھ دیر میں وہ حواس باختہ سی نیچے
اتری۔

"بی بی تو اپنے کمرے میں نہیں ہیں۔" بی جان

نے پریشانی سے دیکھا۔ چوکیدار کو ہوش آچکا تھا۔

"میں تو جی گیٹ کے پاس بیٹھا تھا کہ سامنے والوں کا ملازم آ گیا پھر اس نے فون کرنے کے لیے مجھ سے میرا موبائل مانگا اور اس کے بعد اچانک ہی میرے منہ پر کپڑا رکھ دیا۔" ریان کے کہنے پر اس نے تفصیل سنائی۔

"ریان! آپ اقصیٰ کو تلاش کیجیے، وہ کہاں چلی گئیں۔" بی جان پریشانی سے بولیں۔

"سارا گھر چیک کر لیں پھر دیکھتے ہیں۔" چوکیدار کا موبائل چیک کرتے اس نے سنجیدگی سے کہا۔ نوری اور غلام بخش پورا گھر دیکھ آئے تھے مگر وہ کہیں نہیں تھی۔

"اس فون سے اقصیٰ کو کال ملائی گئی ہے۔ میری مانیں پہلے گھر کی ساری قیمتی چیزیں چیک کر لیں۔" ریان نے بی جان کی جانب دیکھا۔

"اس گھر سے کچھ گیا ہوتا تو ہمیں معلوم ہوتا۔ آپ سب چھوڑیں اور اقصیٰ کو تلاش کریں۔ ہم انہیں جانتے ہیں۔ ان کی گواہی دے سکتے ہیں۔ بس آپ دیر مت کریں۔" بی جان کے چہرے پر پریشانی تھی۔

"پہلے تسلی کر لیں بی جان! اسے تو ہم ڈھونڈیں گے ہی آپ......"

"ہم آپ سے جو کہہ رہے ہیں وہ کریں۔ اگر انہیں کچھ ہو گیا ہم خود کو بھی معاف نہیں کر سکیں گے۔" بی جان کے لہجے میں تکلیف تھی۔ "اچھا آپ پریشان نہ ہوں آپ کی طبیعت کے لیے اچھا نہیں ہے۔" ریان نے انہیں اطمینان دلایا۔

"آپ ہمیں چھوڑیں، دیر ہو گئی اور کوئی نقصان ہو گیا تو۔ نہیں ہماری بیٹی کو اس بار کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ وہ اسے لے گئے ہیں۔ وہ اسے دور لے جائیں گے۔"

بی جان کی باتیں اسے الجھا رہی تھیں۔

"ریلیکس بی جان۔ جذباتی مت ہوں وہ لڑکی، میرا مطلب ہے اگر اس کی حقیقت کچھ اور ہوئی تو آپ کو تکلیف ہو گی۔" ریان نے انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔

"اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ ہماری عذرا ا... نشانی ہے اس کی بیٹی۔" بی جان تڑپ اٹھی تھیں... آنکھوں سے آنسو ابل پڑے تھے۔

"عذرا پھوپھو کی بیٹی۔" ریان حیرت زدہ تھا...

"ہمیں ہماری بیٹی لا دیں۔" بی جان بلک رہی... تھیں۔ باقی سب بھی حیرت زدہ سے کھڑے تھے۔

ریان نے بی جان کا ہاتھ دبایا۔ اسے اقصیٰ ... تلاش کرنا تھا کسی بھی قیمت پر۔ بی جان کچھ بتا رہی... تھیں اور وہ خاموش سن رہا تھا۔

☆☆☆

digest library.com

وہ ٹرین میں سوار ہونے کو تھی جب اسے ایک... عورت کا دھکا لگا تھا۔ اور جیسے ساری منفی سوچوں ... بریک لگا تھا۔ ایک نظر اس نے راشدہ تائی کے ہاتھ... پر ڈالی تھی جس میں اس کا ہاتھ دبا تھا اور آگے بڑھتے... ان کی گرفت ڈھیلی ہوئی تھی اور لمحہ لگا تھا اسے فیصلہ... کرنے میں۔ آج پھر اسے اپنے لیے ہمت کرنی تھی، ... زندگی بدلنے کی ہمت۔ اپنا ہاتھ چھڑاتے اس نے دوڑ... لگا دی تھی۔ رات کا وقت تھا مگر مسافروں کا رش ... جس سے بے نیاز وہ بھاگ رہی تھی۔ بہت سا شور اور... آوازیں اسے اپنے پیچھے سنائی دی تھیں مگر وہ بھاگی... جا رہی تھی۔ سر پر اوڑھی چادر ڈھلک کر کندھوں تک آ... گئی تھی۔ اپنے پیچھے اسے بھاگتے قدموں کی آواز... سنائی دی تھی۔ اس کا تنفس تیز تر ہوتا جا رہا تھا۔

یک دم پیچھے سے کسی نے روکنے کی کوشش کی اور وہ گرتے گرتے بچی تھی اور نیچے بیٹھ گئی تھی۔ بال... کھل کر بکھر گئے تھے۔ ہاتھ سے انہیں ہٹاتے ہوئے... اس نے ان پولیس والوں کو دیکھا تھا۔ وہ اپنی تیزی... سے چلتی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کر رہی تھی... جب کوئی قریب آیا تھا۔

"سر! یہ لڑکی سرپٹ بھاگتی ہوئی پکڑی گئی ہے... ہو سکتا ہے، اسی گینگ کی ہو۔"

"تم فکر نہ کرو مجرموں کو میں ہرگز نہیں بخشتا..." ریان ملک سفید شلوار سوٹ میں اس کے سامنے کھڑا...

تھا۔ اس کی سانس گویا وہیں تھم گئی تھی۔

"اب خود اٹھنا پسند کریں گی یا اس کا بھی انتظام کرنا پڑے گا۔" اس کا لہجہ طنزیہ تھا۔

وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ اسی وقت گاڑی قریب آ کر رکی تھی اور وردی والا ایک شخص اترا۔ ریان نے اس کے ہاتھ سے چابی پکڑی۔

"ایس پی صاحب! لگتا ہے آپ کا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔"

"بالکل آپ کے تعاون کا شکریہ۔" دونوں نے ہاتھ ملایا۔ "اینٹی ٹائم ایس پی۔ اسی بہانے ہم نے ایک گینگ پکڑ لیا۔" وہ مسکرا کر بولا پھر اسے بیٹھنے کا اشارہ کرتا وہ گاڑی میں بیٹھ گیا۔ وہ چپ چاپ فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔

"تم نے کیا سمجھ لیا تھا ہم تمہیں فرار ہونے دیں گے۔" ریان ملک کی بات پر وہ چونکی۔

"میں نے کوئی جرم نہیں کیا جو مجھے فرار ہونا پڑے۔"

"مجرم کب آسانی سے مانتے ہیں۔ تم اس گینگ کا حصہ ہو اور اس کی خبر مجھے ہو چکی ہے۔"

"میں نے کچھ نہیں کیا۔" اسے غصہ آیا تھا۔

"مجرم تو تم ہو۔ پہلے تمہیں بی جان کی عدالت میں پیش کروں گا پھر فیصلہ کریں گے کہ کیا سزا دینی چاہیے۔" اس کا لہجہ سخت تھا۔ اقصیٰ نے ہونٹ بھینچ لیے۔

☆☆☆

ملک جلال کا تعلق امیر اور با اثر گھرانے سے تھا۔ ان کے چھوٹے بھائی کی موت بچپن میں سانپ کے ڈسنے سے ہوئی تھی اور اس کے بعد وہ اور ان کی بڑی بہن رہ گئے تھے۔ بہن کی شادی کے بعد ان کے والد نے اس کا حصہ اسے دے دیا تھا اور باقی ساری جائیداد کے وہ اکیلے وارث تھے۔ ان کی زمینیں سونا اگلتی تھیں، جس نے ان کی شان و شوکت کو کچھ اور بڑھا دیا تھا۔ ان کی تین اولادیں تھیں ملک روحیل، ملک ریحان اور عذرا ملک۔

عذرا میٹرک میں تھی تب سے ہی ان کی بہن نے اس کا رشتہ مانگنا شروع کر دیا تھا۔ ممتاز بیگم کو یہ بات بالکل بھی پسند نہیں آئی تھی۔ ایک تو وہ ان کے تیکھے مزاج سے خائف رہتی تھیں دوسرا ان کا بیٹا انہیں بالکل بھی پسند نہیں تھا۔ اسی لیے انہوں نے عذرا کی پڑھائی تک شادی کے ذکر کو چھیڑنے سے منع کر دیا تھا اور ملک جلال بھی اس پر رضامند تھے۔ بہن کو انہوں نے ٹال رکھا تھا مگر انہیں یہ رشتہ بیٹی کے لیے مناسب لگتا تھا۔

عذرا یونیورسٹی میں تھی جب ان کی بہن نے پھر سے دست سوال دراز کیا تھا۔ ممتاز بیگم کے انکار کے باوجود وہ اقرار کرنا چاہتے تھے مگر ایسے میں عادل کی عیاش فطرت کے متعلق معلوم ہونے پر وہ اس سے خاصے بدظن ہو گئے تھے اور بہن کو صاف انکار کر آئے تھے۔

اس کے بعد وہ بہت بار منانے کے لیے آئی تھیں مگر ان کا انکار اقرار میں نہ بدلا۔ عادل کو بھی ماموں کے انکار پر بہت غصہ تھا، یوں بھی عذرا اسے بالکل بھی لفٹ نہیں کرواتی تھی۔ ایک تو وہ کتابوں کی دنیا میں رہنے والی لڑکی تھی۔ دوسرا اسے عادل اپنی حرکتوں اور گستاخ نگاہوں کی وجہ سے زہر لگتا تھا۔ اور جب وہ خود اس سے رشتے کی بات کرنے آیا تو اس نے اسے تلخی سے انکار کر دیا تھا۔

ملک جلال کے ملازم کا بیٹا جمال اسکالرشپ پر باہر سے پڑھ کر آیا تھا۔ وہ خاصا قابل تھا اس لیے انہوں نے اسے فیکٹری میں اچھی پوسٹ پر رکھ لیا تھا۔ ان ہی دنوں روحیل بھی پڑھائی مکمل کر کے فیکٹری آنے لگا تھا اور اس کی شادی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ ایسے میں کچھ کام انہوں نے جمال کے سپرد بھی کر دیے تھے کہ وہ اعتماد والا تھا اور اس کے والد بھی خاصے پرانے ملازم تھے۔

گھر کے اندر اس کا آنا جانا رہتا تھا۔ عذرا سے ایک ملاقات میں اسے اس کے کتابوں کے شوق اور اس کی لائبریری کا علم ہوا تو اس نے جھجکتے ہوئے چند

کتابیں پڑھنے کے لیے مانگ لیں۔ عذرا خاصی خوش ہوئی اور بخوشی اسے کتابیں دے دیں۔ پھر ان کے درمیان کتابوں کے موضوعات پر بات ہونے لگی۔ مگر دونوں نے مالک اور ملازم کی حد کو کبھی پھلانگنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ نہ ہی کوئی ایسی بات ان کے ذہن میں آئی تھی۔ بس وہ ایک دوسرے کی عزت کرتے تھے۔ مگر عادل کو عذرا کا یوں اس سے بات چیت کرنا سخت برا لگتا تھا اور اس سے بدلہ لینے کو اس نے روحیل کی مہندی والے دن ان دونوں کو بہانے سے کمرے میں بلا کر بند کر دیا تھا۔ پھر تو ممتاز محل میں گویا قیامت ہی آ گئی تھی۔ کسی نے ان کا یقین نہیں کیا تھا۔ ایسے میں اس کی پھوپھو، فہمیدہ اور عادل نے خوب آگ لگائی تھی۔

روحیل اور ریحان کا خون ابل رہا تھا۔ مگر ملک جلال انہیں روکے ہوئے تھے۔ ممتاز بیگم کو اپنی معصوم بیٹی پر اعتبار تھا مگر کوئی سننے کو تیار نہ تھا۔

ملک جلال نے فوری فیصلہ کر کے اس کا جمال کے ساتھ نکاح پڑھا کر اپنی زندگی سے بے دخل کر دیا تھا۔ ممتاز بیگم کی کسی نے نہیں سنی تھی۔ کتنے سال وہ بیٹی کے لیے تڑپتی رہی تھیں مگر ملک جلال نے اس کا نام لینے پر بھی پابندی لگا رکھی تھی۔ ان کی موت کے بعد ممتاز بیگم نے ممتا کے ہاتھوں مجبور ہو کر عذرا کو تلاش کرنا شروع کیا تھا۔ ان کے بیٹے اس سے لاعلم تھے۔ جمال کے خاندان کا کسی کو نہیں پتا تھا کہ وہ کہاں چلے گئے۔

ایک سال کی تلاش کے بعد انہیں خبر ملی تھی کہ ان کی عذرا اب اس دنیا میں نہیں رہی تھی اور اس کا شوہر بھی ساتھ ہی اس جہان فانی سے کوچ کر چکا تھا۔ بس ایک بیٹی تھی جسے کچھ دور کے رشتہ دار اپنے ساتھ لے گئے تھے۔

وہ خود عذرا کے گھر گئی تھیں اور ان کی ملاقات نادرہ خاتون سے ہوئی تھی۔ پھر ان لوگوں نے بھی پتا لگانے کی بہت کوشش کی تھی مگر ان کے ٹھکانے کا پتا نہیں چل رہا تھا اور ایسے میں اقصیٰ کا خود سے نادرہ خاتون کے گھر آنا کسی معجزے سے کم نہیں تھا۔ نادرہ خاتون نے اس کی ساری کہانی ان کو سنا دی تھی اور اسے ان کے پاس بھیج دیا تھا۔

وہ خوش تھیں کہ عذرا کی بیٹی ان کے پاس آ گئی تھی مگر اس کی حقیقت اپنی اولاد کو بتانے سے وہ ڈرتی تھیں۔ اور پھر عذرا کے نام کے ساتھ جڑی بدنامی کہیں اس کی بیٹی کی زندگی کے لیے نقصان کا باعث نہ بنے۔ بس انہی باتوں نے ان کی زبان بند کر رکھی تھی۔ پھر فریحہ اور بلال کی شادی میں فہمیدہ کی باتوں نے انہیں نئی پریشانی سے دوچار کر دیا تھا کہ آخر وہ اس کی اصلیت کیسے چھپا پائیں گی۔

☆☆☆

digest.library.com

اس کی خبر نے اس کو عجیب سی بے یقینی میں مبتلا کر دیا تھا۔ اس نے کب سوچا تھا کہ بی جان سے اس کا اتنا گہرا اور قریبی تعلق نکل آئے گا۔ کچھ وقت لگا تھا اسے یقین کرنے میں۔ خوشی کے ایک نئے احساس سے وہ آشنا ہوئی تھی۔ بی جان سے تو یوں بھی اسے ممتا کی خوشبو آتی تھی۔ اب جبکہ حقیقتاً وہ اس کی نانی تھیں تو اسے اپنی ماں خود سے کچھ اور قریب محسوس ہونے لگی تھی۔ بی جان کا التفات بھی بڑھ گیا تھا۔ اب جب بھی دل چاہتا وہ بے جھجک بی جان کے پاس جا کر لیٹ جاتی، ان کی گود میں سر رکھ لیتی۔ ماں باپ کی کمی کو وہ انہی کی محبت سے پورا کرنا چاہتی تھی۔

ریحان ملک تو واپس جا چکے تھے مگر یہ اطلاع ملتے ہی روحیل ملک اور بیگم روحیل بی جان کے پاس آ گئے تھے۔

"عذرا کی بیٹی ہمارے پاس ہی رہے گی اگر کسی کو یہ بات پسند نہ بھی آئے تو ہمیں فرق نہیں پڑتا۔" بی جان نے ان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی واضح کر دیا تھا۔

"ہم شرمندہ ہیں بی جان! اپنی بہن کی بے گناہی کا اعتبار بھی نہ کر سکے۔" بی جان نے حیرت سے انہیں دیکھا تھا۔ یہ کیا کہہ رہے تھے وہ۔

"چار دن پہلے عادل کا بہت برا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ تیسرے دن اسے ہوش آیا تو میں اس کے پاس

گیا اور مرنے سے پہلے اس نے اعتراف کیا کہ اس نے عذرا سے بدلہ لینے کی خاطر جمال اور عذرا پر الزام لگایا تھا۔"

روحیل کے لہجے میں ندامت اور افسردگی تھی۔ افسوس تو یہ تھا کہ بہن اب اس دنیا میں نہیں تھی کہ اس سے معافی مانگ لیتے۔

پھر انہوں نے بڑی محبت سے اقصیٰ کے سر پر پیار کیا تھا۔ اسے پہلی بار سگے رشتوں کی اپنائیت اور محبت ملی تھی جس پر اس کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں۔

اس کی یونی سے چار چھٹیاں تھیں تو وہ بی جان کے ساتھ ملک روحیل کے گھر آ گئی تھی۔ بیگم روحیل بھی اب بہت اپنائیت سے ملتی تھیں اور ان سے اچھی بات چیت بھی ہو گئی تھی اور اذان تو تھا ہی بہت چلبلا اور نئے رشتے کے تحت اس نے اسے اپنی آپی بھی بنا لیا تھا۔ خاندان بھر میں اس کا تعارف عذرا کی بیٹی کی حیثیت سے ہو رہا تھا اور اب عادل کے اعتراف جرم نے اس کی ماں کے کردار پر لگے داغ بھی دھو ڈالے تھے۔

رافیہ کو بھی علم ہوا تو وہ اپنے بیٹے کے لیے پھر سے سوالی بن کر آ گئیں اور خاصی لگاوٹ سے اس سے ملیں۔ مگر اسے الجھن ہی ہوتی رہی اور اسی وقت ریان ملک کی آمد نے کچھ اور خفیف سا کر دیا۔ رات میں وہ بی جان کے پاس گئی۔

"مجھے ان کے بیٹے سے شادی نہیں کرنی بی جان اور پھر ابھی تو میں آپ کے پاس آئی ہوں۔ مجھے آپ کے پاس ہی رہنا ہے۔" اس کی پریشان صورت دیکھ کر بی جان مسکرائیں۔

"اپنی بی جان کے ہوتے ہوئے کیوں فکر کرتی ہیں آپ۔ آپ کی مرضی نہیں ہے تو نہیں کریں گے۔"

"آپ بس ہمیشہ مجھے اپنے پاس ہی رکھیے گا مجھے کہیں نہیں جانا۔ ابھی تو ملی ہوں آپ سے، کہیں نہیں جانا مجھے۔"

وہ بی جان کے سینے سے لگی بیٹھی تھی۔ وہ مسکرائیں ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو روحیل اور ان کی بہو نے اقصیٰ کو ریان کے لیے مانگا تھا۔ جس پر وہ بے حد خوش تھیں۔ ریان دستک دے کر اندر آیا تو نانی نواسی ایک دوسرے سے الگ ہوئیں۔

اسے دیکھ کر وہ سونے کا کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس روز کے بعد ان کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔

☆☆☆

وہ بالکنی میں بیٹھی کتاب پڑھ رہی تھی جب اذان دھپ سے آ کر سامنے والی کرسی پر گرا۔ اس نے چونک کر اسے گھورا۔ "ڈرا دیا۔"

"بس اب ڈرنے گھبرانے کے دن گئے۔ اب آپ کی زندگی میں ایسا دھماکا ہونے والا ہے جس کے بعد آپ کو دور دور تک ان چیزوں کا نام و نشان اپنی زندگی میں نظر نہیں آئے گا۔" اذان اپنے مخصوص انداز میں بولا۔

"ایسا بھی کیا ہونے جا رہا ہے۔" اس کی نگاہیں کتاب پر تھیں۔

"اندر آپ کی منگنی شادی کی باتیں ہو رہی ہیں اور آپ کی نظریں کتاب سے نہیں ہٹ رہیں۔" کتاب اس کے ہاتھ سے گرتے گرتے بچی تھی۔

"تم مذاق کر رہے ہو نا۔" امید سے اسے دیکھا۔

"سو فیصد سچ کہہ رہا ہوں۔ محترم ایس پی ریان ملک کسی دھماکے کی طرح آپ کی زندگی میں شامل بلکہ نازل ہونے والے ہیں۔"

اذان شوخی سے بولا مگر وہ حیرت کی تصویر بنی بیٹھی رہی۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا، شادی اور وہ بھی ریان ملک سے۔ اس کا دماغ اس بات کو قبول نہیں کر پا رہا تھا۔ رات تک وہ یہی بات سوچتی رہی تھی۔ رات کے کھانے کے بعد وہ لان میں ٹہل رہی تھی جب یک دم وہ سامنے آ گیا۔

"لگتا ہے پھر سے فرار ہونے کا ارادہ ہے۔" اس کے مخصوص انداز پر وہ تپ گئی تھی۔

"جی نہیں ایسا کچھ نہیں ہے۔ آپ پولیس والوں کو ہر کسی پر چوبیس گھنٹے شک ہی رہتا ہے۔"

"مگر آپ پر تو یقین تھا مجھے کہ آپ کی کوئی کہانی ہے۔ بہت پہلے ہی میں پہچان گیا تھا کہ آپ عباس کے گھر والی لڑکی ریشم ہیں اور اس کے لیے آپ کی ایک جھلک ہی کافی تھی۔" اس نے پچھلی بات کا حوالہ دیا تھا۔ اسے حیرت ہوئی۔

"پھر آپ نے مجھے چھوڑ کیسے دیا۔"

"آپ پر نظر تھی میری کہ آپ ایسی ویسی حرکت کریں تو کوئی ایکشن لوں اور پھر بی جان آپ کے متعلق کچھ سننے پر بھی تو راضی نہیں تھیں، ان کو مطمئن کرنا بھی ضروری تھا۔"

"سزا تو آپ کو ملنی ہی چاہیے۔" اسے خاموش دیکھ کر وہ بولا تو وہ فوراً بول پڑی۔

digest-library.com

"میں نے کوئی جرم نہیں کیا۔"

"اگر اتنا یقین تھا تو آپ کو بی جان کو یا مجھے بتا دینا چاہیے تھا بجائے خود پریشان ہونے کے۔" ریان سنجیدگی سے بولا۔

"یہ اتنا آسان نہیں تھا۔ جیسی زندگی میں نے گزاری ہے اس کے بعد اتنی جلدی اعتبار نہیں آتا نہ لوگوں پر نہ ہی حالات پر۔"

"اب خوش ہیں آپ نئی زندگی اور نئے فیصلوں سے۔" اس نے ہلکے پھلکے لہجے میں کہا تو اسے یاد آیا، جھجک کر بولی۔

"آپ کو بڑوں کے فیصلے کا علم ہے۔" شاید اسے معلوم ہی نہ ہو اس نے سوچا تھا۔

"بالکل......"

"تو آپ نے انکار کیوں نہیں کیا۔ مطلب میں اور آپ بہت مختلف ہیں ایک دوسرے سے۔"

"اب کیا کریں، بی جان کا بوجھ بھی تو کم کرنا ہے نا اور پھر آپ نے خود ہی تو بی جان سے کہا ہے کہ آپ کو اپنے پاس ہی رکھ لیں۔" اس کا انداز اسے غصہ دلا گیا تھا۔ "جی نہیں، میں بی جان پر بوجھ نہیں ہوں اور میری بات کا مطلب کچھ اور تھا" آپ اسے غلط رنگ نہ دیں۔"

"پولیس والے تو بات کی تہہ تک پہنچ جاتے ہیں ویسے آپ کہہ بھی دیتیں کہ اپنے پوتے سے شادی کرا دیں تب بھی بی جان برا نہ مانتیں۔" اس نے محظوظ ہو کر کہا۔

"مجھے آپ سے شادی کا کوئی شوق نہیں اور میں ابھی جا کر بی جان کو منع کرتی ہوں۔ یوں بھی آپ مجھے اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔" اس کے منہ سے نکلا۔ وہ آگے بڑھنا چاہتی تھی کہ اس نے ہاتھ آگے کر کے راستہ روکا۔

"ایس پی ریان ملک پر ایسا الزام آپ نہیں لگا سکتیں۔"

"آپ نے ہمیشہ مجھ پر شک کیا ہے۔" وہ ذرا ناراض ہوئی۔

"یہ تو میں تمہیں تپانے کے لیے یوں ہی کہہ رہا تھا۔ میں دل سے تمہاری عزت کرتا ہوں کسی رشتے کے بغیر جس طرح تم نے بی جان کا خیال رکھا اور پھر جب ساری کہانی معلوم ہوئی تو یہ عزت بڑھ گئی۔ تم نے برائی کی روش اختیار کرنے کے بجائے ہمیشہ اس سے بچنے کی کوشش کی۔ اس سب کو قسمت سمجھ کر قبول نہیں کیا بلکہ حالات سے لڑیں اور عمل قابل ستائش ہے۔" اس کے نرم لہجے اور آنکھوں میں کچھ ایسا تھا کہ اس کی نگاہیں جھک گئیں۔

"چلو پھر بتاؤ تمہیں یہ شکی مزاج ایس پی قبول ہے۔" اس کی خاموشی پر وہ مسکراتے لہجے میں بولا۔

"بی جان کا فیصلہ ہے۔ قبول تو کرنا پڑے گا۔" سر اٹھا کر وہ کچھ ایسے بولی تھی کہ ریان زور سے ہنس پڑا۔ وہ بھی مسکرا دی۔ اس کا یہ اپنائیت بھرا روپ اسے بہت بھلا لگ رہا تھا۔ اسے یقین تھا کہ اس کی زندگی سے وہ بھیانک باب نکل چکا تھا اور ریان ملک کے سنگ اسے اب زندگی کی خوشیاں سمیٹنی تھیں جو اس کی اچھی نیت اور ارادے کا انعام تھا۔